رجسٹرڈ نمبر ایل ۰۰

نور

قادیان سے ہفتہ کو شائع ہوتا ہے

ضوابط

چندہ سالانہ عام سے دو روپیہ ششماہی عہ

(۲) امرائے عظام سے امتیازی قیمت پانچ روپیہ ایسے اصحاب کے نام اخبار کے سرپرستوں کی فہرست میں درج ہونگے اسکے علاوہ جو کچھ عطا کریں وہ عطیہ تصور ہوگا۔

ایڈیٹر شیخ محمد یوسف نو مسلم دیوان

مقاصد

اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اسکی فضیلت بیان کرنا (۲) آریوں اور عیسائیوں کے حملوں سے اسلام کو بچانا۔ (۳) الزامات کی گرد و غبار کو اسلام کے منور چہرہ سے بدلائل عقلی و نقلی دور کرنا۔ (۴) حضرت باوا نانک کی تعلیم کو سکھ صاحبان میں پہونچانا اور انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ (۵) گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی

مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۱۷ء

KHILAFAT LIBRARY

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلے علے رسولہ الکریم

روئیداد مباحثہ کاٹھ گڑھ مابین احمدی جماعت و آریہ صاحبان جسمیں بفضل ایزدی آریہ صاحبان کو شکست فاش ہوئی

(چودھری عبد السلام صاحب نائب مقام سکرٹری انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ کی قلم سے)

۲۵ و ۲۶ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء کو احمدی جماعت و آریہ صاحبان کے درمیان مباحثہ قرار پایا۔ احمدی جماعت کیطرف سے حضرت خلیفۃ المسیح بخدمتیں لکھا گیا کہ حضور اس بحث پر واعظین بھیجکر مشکور فرمائیں۔ اور تمام خرچ کے ذمہ وار چوہدری غلام محمد صاحب ہوئے۔ مگر چوہدری محمد حسین خانصاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ نے کہا کہ واعظین اور مہمانوں کے کھانیکا میں خود انتظام کروں گا۔ اور جو کچھ خرچ ہوگا میں اپنی گرہ سے خرچ کرونگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ السلام نے بھی واعظ بھیجنے منظور فرما لئے۔ اور تواں شہر ۲۴ اپریل کو ۱۱ بجے دن کی گاڑی میں جناب حافظ روشن علیصاحب جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب جناب میر قاسم علیصاحب جناب مولوی قطب الدین صاحب تشریف لائے۔ اور اسٹیشن پر چند احباب آپکے استقبال کیلئے موجود تھے

کارروائی جلسہ مباحثہ کے تمام شرائط تو پہلے سے ہی طے ہو چکے تھے مگر وقت کے متعلق ابھی طے نہیں ہوا تھا کہ ہر ایک تقریر کرنیوالے کو کتنا کتنا وقت ملیگا۔ اسکے متعلق پہلے تو خط و کتابت ہوتی رہی۔ مگر کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ آریہ سماج یہ چاہتی تھی صرف دس دس منٹ رکھا جاوے اور احمدی جماعت یہ چاہتی تھی کہ کم از کم دو دو گھنٹے ہر ایک تقریر کنندہ کیلئے ملنے چاہئیے جب تحریر کے ذریعہ سے یہ فیصلہ نہ ہوا۔ فریقین دس بجے کے قریب جلسہ گاہ میں آگئے۔ اور وہاں بھی اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہوا۔

پریذیڈنٹ جلسہ مباحثہ کے پریذیڈنٹ سردار بخاور سنگھ صاحب مقرر ہو چکے تھے۔ اسلئے ان کے بلانے کیلئے دو آدمی بھیجے گئے۔ اور آپ تشریف لے آئے۔ اور ان کے سامنے بھی یہی بات پیش ہوئی۔ کہ وقت کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اسلئے آپ نے فیصلہ کر دیا کہ ہر ایک فریق کو نصف نصف گھنٹہ ملیگا۔ اور آجکی بحث اڑہائی گھنٹہ رہیگی اور اس میں پانچ تقریریں ہونگی۔ تین آریہ سماج کیطرف سے اور دو احمدی جماعت کیطرف سے۔ اور آجکا مضمون تھا کہ دنیا کی ہدایت کیلئے وید کافی ہیں۔ یا قرآن شریف۔ اس مسئلہ کی مدعی آریہ سماج تھی۔ اسلئے پہلی ان کی تقریر پنڈت دگیان بخشو نے نصف گھنٹہ تک کی۔ اور اپنی طرف سے ثابت کیا کہ ویدک دہرم دنیا کی ہدایت کے لئے کافی ہیں اور اس پر شیخ محمد یوسف صاحب نے اعتراض کئے اور ثابت کیا کہ ویدک دہرم عالمگیر مذہب نہیں ہے اسکے اصول اور قواعد ایسے نہیں ہیں کہ جن پر ایک انسان چل سکے۔ اور خوب اچھی طرح اور واضح طور پر بیان کیا اور لوگوں کے اچھی طرح ذہن نشین کر دیا۔ کہ ویدک دہرم عالمگیر مذہب نہیں ہے۔ اور دوران تقریر میں آریہ مناظر نے انکار کر دیا کہ ہم ستیارتھ پرکاش کے حوالے کو نہیں مانتے۔ اسلئے ماسٹر محمد یوسف صاحب ویدوں ہی کے حوالے دیتے رہے۔ اس کے بعد پنڈت دگیان بخشو نے اپنی تقریر شروع کی۔ اور ابھی پنڈت دگیان بخشو ۱۵ منٹ ہی بولے تھے کہ سردار صاحب نے جب یہ دیکھا کہ پنڈت دگیان بخشو موضوع بحث سے ادہر ادہر جا رہا ہے اور ادوٹ پٹانگ باتیں نکال کر پبلک کا وقت ضایع کر رہا ہے۔ تو سردار صاحب نے تقریر بند کروا دی۔ اور کہا کہ مجھے کچھ ضروری کام ہے اسلئے میں جاتا ہوں اور فریقین کسی اور کو میری جگہ پریذیڈنٹ مقرر کر لیں۔ مگر آریہ سماج نے انکار کیا کہ ہم تو آپ کی موجودگی میں ہی مباحثہ کر سکتے ہیں اسلئے بحث کو بند کرنا پڑا۔ اور اس کے بعد ایک گھنٹہ تک حافظ روشن علیصاحب کا لیکچر ہوتا رہا۔ اس کے بعد نماز عصر و ظہر اکٹھی جمع کر کے پڑہی گئی۔ اور اس کے بعد مولوی قطب الدین صاحب کا وعظ ہوا جس کو لوگوں نے بہت دلچسپی کے ساتھ سنا۔ اور رات کو تناسخ پر بحث ہونیوالی تھی اسلئے سردار صاحب رات کو تشریف لے آئے اور بعد عشاء بحث شروع ہوئی پہلے نصف گھنٹہ دہرم بیر صاحب آریہ مناظر نے تقریر کی۔ اور اسکے بعد جناب میر قاسم علیصاحب نے نصف گھنٹہ تقریر کی۔ اور اسیطرح سے ہر ایک نے اپنی باری پر تقریر کی دو تقریریں احمدی جماعت کیطرف سے ہوئیں اور تین تقریریں آریہ سماج کیطرف سے ہوئیں اور رات کا جلسہ ختم ہوا۔

۲۶ تاریخ کو مدعی احمدی جماعت تھی اسلئے پہلے مولوی حافظ روشن علیصاحب نے اپنی تقریر نصف گھنٹہ تک کی اور ثابت کیا کہ قرآن کریم ہی لوگوں کی رہنمائی کیلئے کافی ہے۔ اسکے بعد چند ایک اعتراض قرآن شریف پر کئے گئے جنکا جواب بہت عمدہ طور پر حافظ روشن علیصاحب نے دیا۔ اور آخری تقریر احمدی جماعت کیطرف سے ہوئی۔ تین تقریریں احمدی جماعت کیطرف سے اور دو تقریریں آریہ سماج کیطرف سے ہوئیں۔ اسکے بعد جلسہ برخواست ہوا اور فریقین نے پریذیڈنٹ صاحب کا شکریہ ادا کیا اسکے بعد ماسٹر محمد یوسف صاحب کی تقریر ہوئی جسمیں انہوں نے خوب اچھی طرح سے وید کے حوالوں سے ثابت کیا کہ آریہ سماج عالمگیر مذہب نہیں ہے"۔ اب اسبات کا فیصلہ کہ کون فریق حق پر تھا سو اسکی بابت عام پبلک گواہی دیتی تھی کہ آریہ اپنے احمدی مناظروں

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین شیخ محمد یوسف نے چھپوا کر قادیان سے شایع کیا

سکھوں آریوں عیسائیوں میں تبلیغ اسلام کرنیوالی نور بکڈپو کی نہایت ہی مفید کتابیں !!!

سوانحعمری حضرت باوا نانک ؒ یہ اس ولی اللہ کی سوانحعمری ہے جنہوں نے آج سے چار صدی پہلے ہندوؤں کے گھر پیدا ہو کر ہندو مذہب کی کل اوہام پرستی کا کھنڈن (رد) کر کے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا اور اپنے حال و قال سے ظاہر کر دیا ہے کہ اسوقت اگر کوئی سچا مذہب اس نیلگون آسمان کے نیچے ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے۔ شروع پیدائش سے لیکر تا دم آخر اس ولی اللہ کے صحیح حالات سکھ صاحبان کی نہایت ہی معتبر کتب کے حوالجات سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ کتاب کیا ہے صداقت کا آئینہ معرفت کا دریا روحانیت کا چشمہ اسلام کا نور اسوقت اس ولی اللہ کے کروڑہا نام لیوا ہیں جو ایک یا دوسری وجہ سے اس خدا کے پیارے بھگت کی تعلیم سے دور جا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ خدا کے نام اور دین کی منادی کرنیوالے چند بہی خواہ اٹھیں جو کثرت سے اس مفید ترین کتاب کو سکھوں ہندوؤں اور آریوں میں مفت تقسیم کر دیں۔ اس کتاب کے مفید اور عمدہ ہونیکا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ پہلا اڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا دوسرا اڈیشن معقول اوصاف سے طبع ہوا ہے قیمت مجلد ۱۴؍

قائم ہندوستان کی روحانی تعلیم اس بینظیر کتاب کی نسبت حضرت حاجی حکیم نورالدین صاحب تحریر فرماتے ہیں: "میں نے کتاب ہندوستان کی روحانی تعلیم کو کمال دلچسپی سے پڑھا مجھے بہت ہی پسند آئی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھے بہت ہی خوشی حاصل ہوئی کتاب بہت ہی دلچسپ ہے" (دستخط نورالدین خلیفۃ المسیح اول) علاوہ ازیں ہندوستان کے چیدہ چیدہ اخبارات نے بہت ہی عمدہ ریویو کئے ہیں۔ مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے ہندوستان کی روحانی و جسمانی۔ تمدنی۔ ملکی۔ مجلسی تعلیم کا ہوبہو فوٹو۔ وید رامائن۔ مہابھارت کا ہوبہو عکس قیمت ۸؍

آریہ دھرم کا پول یہ وہی مختصر اور بینظیر اور جامع کتاب ہے جو ہوبہو آریہ سماج کی کل مسلمہ کتب کا فوٹو اور پول ہے اور ۱۹۱۱ء میں اسکا پہلا ایڈیشن چھپا۔ اور اب پھر زیادہ کمال اور صحت و عمدگی کیساتھ دوسرا اڈیشن طبع ہوا ہے۔ اس بینظیر کتاب کی خوبی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کہ ایک سکھ سردار نے ۳۰۰ کاپی خرید کر اپنے آریہ دوستوں میں مفت تقسیم کیں قیمت ۱؍ دوستوں کو چاہیئے کہ ایسی بینظیر کتاب کو دفتر نور سے خرید کر آریہ دوستوں میں مفت تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

KHILAFAT LIBRARY

جھوک مہدی والی پنجابی لوگوں میں سلسلہ کی تبلیغ کیلئے ایک بینظیر کتاب ہے یہ وہ شہرہ آفاق کتاب ہے جسکا چرچہ گھر گھر ہے اور جسکا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ بک گیا ہے۔ اور اب دوسرا ایڈیشن کمال صحت اور خط و چھپائی کی عمدگی کے ساتھ طبع ہوا ہے پنجابی نظم کمال کی دلکش اور دلربا ہے قیمت

تبلیغ کیلئے عظیم الشان موقعہ

اس پرچہ میں حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فیصلہ کن بحث کی گئی ہے اور دفتر نور کیطرف سے یکصد پرچہ بغرض تبلیغ سکھوں کے مشہور و معروف و معلوم اور چیدہ چیدہ سکھ صاحبان کے نام مفت بھیجا گیا ہے۔ یہ پرچہ کچھ زیادہ چھپوایا گیا ہے۔ آپ بھی دفتر نور سے خرید کر سکھ صاحبان میں مفت تقسیم کر کے صواب دارین حاصل کریں۔ قیمت فی پرچہ ۳؍ ایک روپیہ کے خریدار سے ۲؍ فی پرچہ یعنی ایک روپیہ کے آٹھ نہایت ضروری ہے کہ اس پرچہ کو دفتر نور سے خرید کر سکھ صاحبان میں مفت تقسیم کیا جاوے

منیجر نور قادیان ضلع گورداسپور

فتح مبین یہ وہ مباحثہ ہے جو ۲۱ مارچ ۱۹۱۶ء کو نواں شہر میں آریہ سماج کے ایک بڑے بھاری پنڈت سے خاکسار ایڈیٹر نور کا ہوا۔ جسمیں اللہ تعالیٰ نے فتح مبین عطا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ہمیں سقدر کامیابی اور نصرت عطا فرمائی کہ مباحثہ کے ختم ہونے پر عین پنڈال میں سردار بسنت سنگھ صاحب اور دیگر سکھ دوستانِ حاضرین نے با آواز بلند یہ کہا کہ مسلمان جیت گئے خود آریہ صاحبان نے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا۔ اب یہ بینظیر مباحثہ کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے۔ مباحثہ کیا ہے گویا کہ آریہ مذہب کی کل مستند و مسلمہ کتب کا بہترین خلاصہ ہی آریہ سماج کی اسلمہ کتب سے اس امر کو آشکارا کیا گیا ہے کہ ویدک دھرم میں نجات ناممکن از روئے وید گوشت خوری جائز۔ نکاح ثانی اور نیوگ کے مقابلہ کے بعد خود آریہ صاحبان کی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ نیوگ ناقابل عمل اور نکاح ثانی عین فطرت کے مطابق۔ قرآن کریم اور وید کا مقابلہ نہایت احسن طریقہ سے کر کے یہ امر اظہر من الشمس اور مبرہن کیا گیا ہے کہ صرف قرآن کریم ہی قابل عمل ہے جو بنی نوع انسان کیلئے حسنات دارین کا ذریعہ ہے۔ اگر آپ اسلام اور آریہ مذہب کا ہوبہو فوٹو دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ اس مباحثہ کو ضرور ملاحظہ فرماویں اسکی خوبی کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوگی کہ سردار بسنت سنگھ اور دیگر غیر مسلم حاضرین مجلس نے اس امر کو باواز بلند کہدیا کہ مسلمان جیت گئے۔ خود سکرٹری آریہ سماج کو یہ کہنا پڑا کہ ہمارا پنڈت جواب نہیں دے سکا۔ ۱۹×۲۲ کے ۶۰ صفحات قیمت ۴؍

ثبوت واجب الوجود ہستی باری تعالیٰ پر ایک دہریہ کے اعتراضوں کا بدلائل عقلی و نقلی نہایت لطیف فلسفیانہ و منطقیانہ عام فہم اردو میں بحوالہ قانون قدرت نرالی طرز کا دلچسپ جواب جو مقبول عام ہوا ہے قیمت ۶؍

تدبیر اس وہم کو ملک سے دور کرنیکے لئے کہ تدبیر اور کوشش ہمت سے کچھ نہیں ہو سکتا بحث تقدیر تدبیر توکل کو بطور ناول سوال و جواب کے سلیس اردو میں لکھا ہے جو جملہ اعتراضات جو اس ادق مسئلہ میں پیدا ہوتے ہیں بطریق فلسفیانہ حل کر کے فواید تدبیر و نقصانات چھوڑنے تدبیر کو مدلل اور دلچسپ پیرایہ میں دکھایا گیا ہے اور بحث نہایت عجیب اور قابل دید ہے قیمت ۶؍

رنگین قطعات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پاک اشعار کو لطیف رنگین پیرایہ میں چھپوایا گیا ہے مومن کی نشستگاہ کیلئے اعلےٰ درجہ کی سجاوٹ کا کام دیتا ہے قیمت ۱؍

منیجر نور قادیان ضلع گورداسپور

KHILAFAT LIBRARY

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلے علے رسولہ الکریم

اخبار نور قادیان!
مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۱۷ء

قادیان میں ایڈیٹر نور کا سکھوں سے مباحثہ اور سکھ بھائیوں کو شکست فاش!

۱۸ - مارچ ۱۹۱۷ء کو صبح ۷ بجے سردار ٹھاکر سنگھ صاحب ضو بیدار پنشنر بل کلاں میرے مکان پر تشریف لائے۔ اور کہا کہ ہمارے بعض اپدیشک (مبلغین) آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا زہے قسمت سر آنکھوں پر ایڈیٹر نور کا دربار اپنے سکھ بھائیوں کے لئے کھلا ہے۔ جب چاہیں تشریف لائیں۔ یہ کہکر سردار صاحب تشریف لیگئے۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد معہ آٹھ دس دوستوں کے جنمیں سکھ اپدیشک صاحبان بھی تھے آپ تشریف لائے۔ دو چار منٹ چند ادھر ادھر کی باتیں ہونیکے بعد سردار ٹھاکر سنگھ صاحب فرمانے لگے۔ کہ ہمارے اپدیشک بھائی گنگا سنگھ صاحب آپ سے کچھ مذہبی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کوئی موقعہ دیں۔ میں نے کہا کہ میں حاضر ہوں جب چاہیں۔ صرف اس قدر عرض ہے کہ ہماری جو بھی گفتگو ہو وہ نتیجہ خیز ہو۔ اسلئے تقریری مباحثہ کی بجائے تحریری مباحثہ ٹھیک رہیگا پہلے قلمبند کیا جاوے۔ بعد پھر سنا دیا جائے۔

دوم۔ چونکہ عام ابھی اس قدر دور اندیش نہیں ہیں کہ وہ مباحثہ کو صبر و استقلال سے سن سکیں۔ بعض طبایع میں جوش بہت جلد آجاتا ہے۔ اس قباحت اور بدمزگی سے بچنے کے لئے بہتر ہو کہ مباحثہ محفوظ جگہ میں ہو۔ چونکہ سردار ٹھاکر سنگھ صاحب دور اندیش آدمی ہیں اسلئے انہوں نے میری اس معقول تجاویز کو اس طرح ہنسی خوشی سے لبیک کہا کہ جس طرح انکی اپنی ہی پیش کردہ تجاویز تھیں۔ اور یہ قرار پایا کہ آج ۳ بجے مباحثہ شروع ہو۔ اس قدر قرارداد کے بعد سکھ صاحبان تو اٹھکر چلے گئے۔ میرے دلمیں یہ خیال ہوا کہ آخر یہ مباحثہ ہے۔ اور یہ پہلا موقعہ ہے کہ سکھ صاحبان نے مباحثہ کے لئے ایڈیٹر نور سے پیشقدمی کا اظہار کیا ہے۔ لہذا ذرا سرسری نظر سکھ صاحبان کی کتب پر ڈال جانی چاہیئے۔ ابھی میں نے کتابیں وغیرہ نکال کر میز پر رکھی ہی تھیں کہ میرے دلمیں یہ خیال آیا کہ حضرت اقدس کو اس مباحثہ کی اطلاع دیجائے اور جس طرح حضور فرماویں اس طریقہ سے مباحثہ شروع ہو۔ کاغذ لیکر میں نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھنا شروع کیا۔ لکھنے کے بعد میں نے چپراسی کو آواز دینی چاہی کہ وہ یہ عریضہ حضرت اقدس کے پاس لے جاوے۔ ابھی میں اٹھا ہی تھا کہ

ایک ہولناک واقعہ

ایک ہولناک واقعہ پر میری نظر پڑی۔ وہ کیا۔ کہ میرے گھر کے صحن میں انگریزی کتابیں رکھی تھیں جنکی قیمت سو روپیہ کم نہ تھی وہ سب جل رہی ہیں۔ نہ صرف وہی بلکہ اس کے ساتھ ہی ایک نئے لحاف میں بھی آگ جلد جلد بھڑک رہی ہے۔ نہ صرف لحاف ہی بلکہ تقریباً نصف دروازہ بھی جل چکا ہے۔ اور آگ جلد جلد دیار کے دروازہ کو جلا رہی ہے۔ یہ دیکھکر میں تو حیران رہ گیا۔ جلدی جلدی دو چار آدمیوں کو آواز دیں وہ جلدی جلدی پانی کے گھڑے لیکر دوڑے۔ انکی آواز دی۔ غرضیکہ دو چار منٹ میں ہی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ الحمد للہ خیر گذری۔ اگر دو چار منٹ بھی اور دیر ہو جاتی تو آگ کہیں کی کہیں جا پہنچتی۔ جسکا بجھانا بھی مشکل ہو جاتا۔ خیر اس ہولناک حادثہ سے فارغ ہو کر میں نے مباحثہ کے متعلق حضرت اقدس کو عریضہ بھیجا۔ چونکہ اس روز حضرت گورداسپور کو تشریف لیجا رہے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب اور میر محمد اسحاق صاحب انتظام کریں۔

اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو وہ اس حادثہ سے حوصلہ ہار دیتا کہ میں آج بحث نہیں کرتا کل کرونگا۔ اور اس سے خصم کو موقعہ ملجاتا کہ یہ ہار گیا۔ باوجود اس کے کہ اس حادثہ کی اپتا پڑی میں مجھے ایک منٹ بھی تیاری کا موقعہ نہ ملا۔ مگر میرے دلمیں ایک طرفۃ العین کیلئے بھی یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ اس بحث کو آج کی بجائے کل پر اٹھا رکھنا چاہیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس حالت میں میری دستگیری فرمائی۔ خیر خدا خدا کرکے ۳ بجے مدرسہ احمدیہ کے ہال میں مباحثہ شروع ہوا۔

قبل از مباحثہ یہ امور طے ہو چکے تھے کہ موضوع بحث یہ ہوگا کہ

حضرت باوا نانک صاحب کس عقیدہ کے پیرو تھے؟

اور اثبات دعوے کے لئے حضرت باوا صاحب کے اقوال پیش ہوں گے۔ ہاں تائید کیلئے اور گوروں صاحبان کے شلوک بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر وہ مدار دعوی نہ ہوں گے۔ مدار دعوی صرف حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ہی رہینگے۔ چونکہ مباحثہ تحریری تھا اسلئے ہر دو فریقین کے بیانات ایک دوسرے کے آمنے سامنے درج کئے جاتے ہیں۔ اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکینگے۔ کہ اس مباحثہ میں ہمارے سکھ دوستوں کو کیسی صفائی اور سھولت کے ساتھ نیچا دیکھنا پڑا اور جب تک سکھ صاحبان کا جلسہ قادیان میں ہوتا رہا وہ نہایت تلخی سے اس صدمہ کو محسوس کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی زبردست فتح دی کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی واہ واہ کا نعرہ بلند کرنے لگے اور ہر ایک نے مان لیا کہ اس مباحثہ میں خاکسار ایڈیٹر نور کو خدا نے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

KHILAFAT LIBRARY

خاکسار ایڈیٹر نور کا پرچہ

حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے

اس وقت حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تین قسم کے خیالات لوگوں میں اپنا کام کر رہے ہیں ایک وہ جو یہ کہتے ہیں کہ باوا صاحب ہندو تھے دوم وہ جو یہ کہتے ہیں کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ سوم وہ جو یہ کہتے ہیں کہ باوا صاحب نہ ہندو نہ مسلمان تھے۔ بلکہ انہوں نے ان دونوں سے الگ تھلگ ایک تیسرا مذہب جسکا نام سکھ مذہب ہے نکالا۔ ہندو مذہب کے یہ موٹے موٹے عقاید ہیں:۔

(۱) وید سمرتی پران (۲) جاتی ورن (۳) اوتار (۴) دیوی دیوتا (۵) مورتی پوجا (۶) سندھیا ترپن (۷) سوتک پاتک (۸) مردے کو جلانا۔

سکھ مذہب کے یہ عقاید ہیں:۔ (۱) کیس (۲) کنگھا (۳) کڑا (۴) کچھ (۵) کرپان

مذہب اسلام کے یہ موٹے موٹے عقاید ہیں:۔ کلمہ طیبہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) حج (۵) زکوٰۃ

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ از روئے واقعات حقہ کس کا دعوےٰ صحیح ہے اور کون حق پر ہے۔ سب سے اول ہم ان لوگوں کے دعوےٰ کی پڑتال کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ہندو تھے۔ اب ہم اول ہندوؤں کے مسلّمہ عقاید کو لیتے ہیں اور پھر دیکھینگے کہ حضرت باوا صاحب ہندوؤں کے عقاید کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ہندوؤں کے موٹے موٹے مسلّمہ عقاید جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے یہ ہیں:۔

(۱) وید سمرتی پران (۲) جاتی ورن (۳) اوتار (۴) دیوی دیوتا (۵) مورتی پوجا (۶) سندھیا ترپن (۷) سوتک پاتک (۸) مردے کو جلانا +

اب ہم ان عقاید کے متعلق حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ڈھونڈتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب ہندوؤں کے ان مسلّمہ عقاید کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔ اگر آپ ہندوؤں کے مسلّمہ عقاید کی تائید فرمائیں تو ہم کہدینگے۔ کہ حضرت باوا صاحب ہندو تھے۔ کیونکہ ایک ہندو کی یہی نشانی ہے کہ وہ ہندوؤں کے مسلّمہ عقاید کے متعلق کثرت سے اتفاق رکھتا ہو۔ کوئی آدمی ہندوؤں کے مسلّمہ عقاید کی تردید کرتا ہوا ہندو نہیں رہ سکتا۔

وید اور باوا صاحب

ویدوں کا عقیدہ ہندوؤں میں ایک نہایت ہی زبردست عقیدہ ہے۔ سناتنی ویدوں کے پیرو۔ آریہ ویدوں کے پیرو۔ غرضیکہ ہندوؤں کا ایک بہت بھاری حصہ ویدوں کا عقیدت مند ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ویدوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آیا ہندوؤں کے ساتھ ہیں یا ان کے برخلاف ہو کر ویدوں کی مخالفت میں اپنی آواز کو بلند کرتے ہیں چنانچہ سورٹھ محلا پہلا میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔

پنڈت میل نہ چوکئی جو وید پڑھے جگ چار

اے پنڈت اگر تو ست جگ سے لیکر تریتا دواپر کل یگ یعنی شروع دنیا سے لیکر آخیر دنیا تک بھی ویدوں کو پڑھتا رہے تو بھی ہرگز ہرگز تیرے دل کی میل اور منکی کدورت ہے اور پاپوں کی آلائش دور نہیں ہو سکتی۔ اس جگہ حضرت باوا صاحب نے صاف صاف فرمایا کہ ویدوں کے پڑھنے سے دل صاف نہیں ہو سکتا۔ اس پر بھی

بھائی گنگا سنگھ صاحب ایڈیٹنگ خالصہ دھرم کا پرچہ کہ

باوا نانک مسلمان نہ تھے

مجھے افسوس کیساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ ماسٹر صاحب بجائے اس کے کہ اپنے دعوےٰ کا ثبوت پیش کرتے۔ بات کے ایک اور پہلو کی طرف چلے گئے ہیں۔ مثلاً ایک شخص یہ کہے کہ بکر درخت پر چڑھا ہوا ہے۔ اور ثبوت میں یہ بات کہدی جائے کہ چونکہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ مگر یہ ثبوت اس بات کا نہیں ہے کہ وہ درخت پر ہے سوال تو یہ تھا کہ وہ مسلمان نہیں تھے۔ مگر جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ ہندو نہیں تھے۔ پھر بائم کیا ہندو نہ ہونا مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ نیز یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ وہ ہندوؤں کے اصولوں کے برخلاف تھے یہ بات کوئی آپ کے دعویٰ کا ثبوت نہیں ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کے اصولوں کے وہ قابل تھے۔ جیسا کہ تناسخ۔ آپ کہتے ہیں:۔

کرمی آوے کپڑا ندریں موکھ دوار

اور پھر دوسرے بھگت بھی مختلف جگہ پر فرماتے ہیں مردہ جلانے کے متعلق آپ فرماتے ہیں

مٹی مسلمان کی پیڑے پئی کمھیار!
گھڑ بھانڈے اٹاں کیاں جلدی کرے پکار

اب آپ بجائے اس کے جواب میں شروع کر دیں کہ باوا صاحب عیسائی تھے۔ یہودی نہیں تھے۔ بودھ نہیں تھے۔ صرف یہی لکھنے کی عنایت کریں کہ مسلمان کی مکمل تعریف اسلامی تعلیم کے مطابق کیا ہے۔ اور کیا وہ تعریف گورو نانک صاحب پر عاید ہو سکتی ہے۔ اور کیا باوا صاحب ان تمام اصولوں کے قایل تھے۔ جو اسلام نے فرمائے ہیں۔ اگر گورو نانک ویدوں کا قایل نہیں تھا تو قرآن کو کب اپنا اشٹ دیو مانتا تھا۔ جبکہ آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے:۔

وید کتیب افترا بھائی دل کا بھید نہ جائی!

(یہ باوا نانک رح کا کلام نہیں ہے بلکہ کبیر صاحب کا ہے زیر بحث

حضرت باوا صاحب کی ذات والا صفات ہے نہ کہ کبیر صاحب کی (نور)
اگر باوا نانک صاحب اوتاروں کو نہیں مانتے تو پیغمبروں کے
بھی قابل نہ تھے - (پوچھ نہ مصلحت دہرے جو کچھ کرے سو اپنے کرے)
اگر وہ سند ہیا شستر کے خلاف تھے تو نماز کے بھی خلاف تھے
جسطرح انہوں نے پجاری کو کہا کہ گگن میں تھال روی چند دیپک
اور نمازوں کے متعلق کہا - پنج نمازاں وقت پنج پنجا ناؤں
اول حق حلال دوئی تیجے خیر خدا چوتھی نیت صاف رکھ پنجویں صفت ثنا

سکھ مناظر کا پرچہ ختم ہوا

ایڈیٹر نور کا پرچہ

اکتفا نہیں ہے - آگے حضرت باوا صاحب ویدوں کے متعلق یہ فرماتے ہیں :- مارو محلا

"پڑھ رہے سگلے وید نہ چوکے من بھید"

یعنی تمام وید پڑھ لو - رگ - شام - یجر - اتھروید - اور شروع سے لیکر آخر تک غور و خوض سے پڑھو - مگر پھر بھی سکینت اور اطمینان قلب ہرگز ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا - بلکہ دلی وساوس جوں کے توں ہی قایم رہتے ہیں - ملار محلا ۳

پڑھ پڑھ پنڈت من تھکے ویدوں کا ابھیاس!
ہر نام چیت نہ آوے نہ نج گھر ہوئے واس

یعنے بڑے بڑے پنڈت بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے - مگر وہ معرفت وشانتی وموکش اور نجات سے بیگانہ ہی رہے - وقت تنگ طوالت مانع ورنہ اور بھی کثرت کے ساتھ شلوک پیش کئے جا سکتے ہیں - فی الحال اسی پر اکتفا کی جاتی ہے -

اب ہم ہندوؤں کے دوسرے عقیدہ - ذاتی امتیاز اور چھوت چھات کے مسئلہ کو لیتے ہیں :-

جاتی درن اور باوا صاحب!

ہندوؤں کے ہاں چھوت چھات کا مسئلہ بہت ہی زبردست اثر رکھتا ہے - اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب ہندوؤں کے اس مایہ ناز مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں پیشتر اس کے کہ ہم حضرت باوا صاحب کی رائے اس مسئلہ کے متعلق پیش کریں - بہتر ہوگا کہ پہلے یہ بیان کیا جاوے کہ ہندوؤں کے ہاں اس مسئلہ کو کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - قومیت اور فرقوں کے لحاظ سے ہندوؤں کے ہاں چار اقسام پائی جاتی ہیں - اول برہمن دوم چھتری - سوم ویش - چہارم شودر -

اب ان ہر ایک کے حقوق میں زمین و آسمان کا فرق ہے - اور خصوصاً شودروں کو تو انسانوں میں کیا - بلکہ حیوانوں میں بھی شمار نہیں کیا جاتا - چنانچہ منوجی مہاراج منو دھرم شاستر کے ۴ شلوک ۶۱ میں لکھتے ہیں - کہ :-

"شودر کے راج میں نہیں رہنا چاہیئے"

پھر منو دھرم شاستر کے ۴ شلوک ۲ میں یہ لکھا ہے کہ :-

"شودر کو عقل نہ دو - اور شودر کو دھرم اور وید کا اوپدیش نہ کرو"

اسی پر بس نہیں ہے پھر آگے جاکر لکھا ہے کہ پاؤں سے پیدا شدہ شودر اگر برہمن - ویش - چھتری کو برے الفاظ سے یاد کرے تو راجہ اسکی زبان نکال دے!!

"اگر شودر اونچی ذات والوں کے نام لیکر پکارے تو دس انگل لمبی لوہے کی سیخ سرخ انگار کی طرح جلتی جلتی اس کے حلق میں ٹھونس دینی چاہیئے"

اس سے اندازہ لگالو کہ ہندوؤں میں کس قدر مادہ چھوت ہے - اور ذاتی امتیاز کس شان و شوکت سے اپنی حکومت کر رہی ہے - آؤ اب ہم یہ دیکھیں کہ حضرت باوا صاحب ہندوؤں کے اس مایہ ناز عقیدہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں - تائید یا تردید - اگر آپ تائید فرمادیں - تو ہمیں انشراح صدر سے یہ کہدینا چاہیئے کہ حضرت باوا صاحب ہندو ہیں - اور اگر حضرت باوا صاحب اسکی تردید کریں تو پھر اس شعبہ میں حضرت باوا صاحب ہرگز ہرگز ہندو نہیں رہ سکتے - حضرت باوا صاحب گرنتھ میں فرماتے ہیں -

"خصم وسارے تے کمذات نانک ناویں باجھ سنات"

یعنے وہ لوگ جو اپنے خدا اور مالک حقیقی سے منہ پھیر کر دوسری طرف رخ کرتے ہیں - یقیناً یقیناً وہی لوگ کمذات ہیں - اور بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سب ادنیٰ ہی ہیں اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا - اور اسکی معرفت سے بہرہ ور ہوئے - لاریب وہی برہمن ہیں اور ان سے بڑھ کر کوئی اونچی ذات والا نہیں ہے - قرآن کریم کی بھی یہی تعلیم ہے اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنے تم میں وہی معزز ہے جو پرہیزگاری میں بڑھا ہوا ہے - پھر آگے چلکے گرنتھ صاحب میں ہم یہ لکھا پاتے ہیں -

(ایڈیٹر نور کا پرچہ)

اول اللہ نور اپایا قدرت دے سب بندے
اک نور تھیں سب جگ اپجیا کون بھلے کون مندے

یعنے سب سے پہلے اللہ نے نور پیدا کیا - اور اسی نور کر دنیا کا ظہور ہوا - اور پھر ہم کس طرح کہیں کہ بلحاظ پیدائش کے فلاں اچھا اور فلاں برا ہے - یہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا ترجمہ ہے - جہاں یہ لکھا ہے :-

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے - پھر اسی پر اکتفا نہیں ہے آگے چلکر گرنتھ صاحب میں آتا ہے

ذات کا گربھ نہ کریو کوئی!!
برہم بندے سب ات بن ہوئی

یعنے کسی کو اپنی ذات پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ تمام دنیا ایک برہم کے حکم سے ہی پیدا ہوئی - اس جگہ دیکھ لو کہ حضرت باوا صاحب اور گرنتھ کس طرح ہندوؤں کے اس مایہ ناز عقیدہ ذات پات کی امتیاز کا کس دھڑلے سے کھنڈن کیا ہے *

اب ہم ہندوؤں کے تیسرے مایہ ناز عقیدہ کے متعلق حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ڈھونڈتے ہیں کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ہندوؤں کے اس عظیم عقیدہ کے متعلق جسے وہ اپنی اصطلاح میں "اوتار" کے نام سے موسوم کرتے ہیں - کیا فرماتے ہیں :-

اوتار

اوتار کا عقیدہ ہندوؤں کے ہاں ایک

معذرت
پہلے حضرت صاحب کے حکم سے
کلاس والا آریہ سماج سے مباحثہ
کا پرچہ چھاپا اور بعد ازاں سالانہ جلسہ
آریہ سماج سے مباحثہ کے لئے حضرت
صاحب کے حکم سے گیا جسکی وجہ سے
۳ دن کا ایک پرچہ نہ صرف اکٹھا
ہی نکالنا پڑا بلکہ دیری بھی ساتھ
یہ پرچہ شائع ہو رہا ہے آیندہ کے لئے
شدید احتیاط کی گئی ہے دوسرا
پرچہ چھپ رہا ہے امید کہ دو چار
روز میں ہی ناظرین تک پہنچ جائیگا
ایڈیٹر نور

KHILAFAT LIBRARY

الیسا زبردست عقیدہ مانا گیا ہے کہ ہندوؤں کا ایک بڑا حصہ اس عقیدہ پر ایسا اور ایک حد کی طرح ایمان لاتا ہے۔ پیشتر اس کے کہ باوا صاحب کے اقوال سے اس عقیدہ کی تردید دکھلائی جاسکے یہ ضروری ہوگا کہ پہلے عقیدہ اوتار کی مختصر تشریح کردی جائے۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب دنیا میں پاپ اور گناہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اور دنیا اس ایک ہی پیدا کرنے والے سے منہ پھیر کر دیگر مخلوق کو اپنا معبود بنا لیتی ہے۔ اور جب دنیا اس قدوس سے قطع تعلق کرکے فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتی ہے تو وہ سرب شکتی مان ایشور (قادر مطلق) بجائے کسی اپنے برگزیدہ کے بھیجنے کے وہ قادر مطلق خود کسی انسانی قالب میں حلول کرکے اس دنیا کے پاپوں کو دور کرتا ہے۔ چنانچہ برہما۔ شوجی۔ کورم یعنی کچھو۔ براہ یعنی سور باہمن۔ پرشورام۔ رامچندر۔ کرشن۔ وغیرہ۔ یہ سب ایشور کے اوتار ہی مانے جاتے ہیں۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ اس عقیدہ کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ تائید۔ یا تردید۔ باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

اوتار نہ جانے انت پرمیشور پار برہم بے انت

یعنے اوتار خداوند تعالےٰ کے اسرار کو نہیں پا سکتا کیونکہ خدا بے انت اور لا انتہا ہے پھر آگے چل کر گورو صاحب فرماتے ہیں:۔ اوجونی سے بھنگ

یعنے وہ جونوں میں نہیں آتا۔ اور انسانی قالب میں حلول کرنے سے اسکی ذات والا صفات پاک اور منزہ ہے اس سے بخوبی اندازہ لگا لو کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہندوؤں کے اس مایۂ ناز عقیدہ اوتار کی کیا حقیقت تھی۔ آؤ اب ہم لگتے ہاتھ ہندوؤں کے چوتھے عقیدہ پر نظر ڈال لیں جو کہ عقیدہ دیوی دیوتا کا ہے اس عقیدہ کے متعلق باوا صاحب کیا فرماتے ہیں:۔

دیوی دیوتا

ہندو صاحبان تینتیس کروڑ دیوی دیوتا کی پوجا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ان دیوتاؤں سے منہ پھیرنا خدا سے منہ پھیرنا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب ہندوؤں کے اس مایۂ ناز عقیدہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"دیوی دیوتا پوجیے بھائی کیا مانگے کیا دیہہ"

یعنے تم دیوی دیوتا کی پرستش کروگے اور تم اس سے کیا مانگوگے اور وہ تم کو کیا دیگا۔ پھر آگے چل کر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

برہما وشن مہیش نہ کوئی!
ایک نہ دیسے اکو سوئی!

یعنے برہم وشن اور مہیش جو ہندوؤں کے بڑے زبردست دیوتا ہیں جنہیں وہ اپنی اصطلاح میں "تریتی یا ایسے مظہر ثلاثہ کہتے ہیں۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ نہ کوئی برہما ہے نہ وشن اور نہ مہیش صرف ایک خدا ہی خدا ہے باقی کچھ نہیں"

اس سے بخوبی اندازہ لگا لو کہ حضرت باوا صاحب ہندوں کے اس مایۂ ناز عقیدہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں اور ہندوؤں کے اس عقیدہ عظیم کے متعلق ایسی رائے رکھنے والا ہرگز ہرگز اس شعبہ میں ہندو نہیں ہو سکتا۔

آؤ اب ہم ہندوؤں کے اس سے بھی زیادہ مقبول عقیدہ کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتوی تلاش کریں۔ وہ عقیدہ کونسا ہے۔

مورتی پوجا

مورتی پوجا کا عقیدہ بھی ہندو صاحبان کے ہاں ایک زبردست عقیدہ ہے۔ ہندو ہر ایک دیوتا کی مورتی کی پوجا کرنا اپنے لیئے نہایت ہی ضروری خیال کرتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ مورتی پوجن کے متعلق کیا ہے۔ آیا آپ ہندوؤں کے ساتھ ہیں یا ان کے مخالف۔ حضرت باوا صاحب گرنتھ میں فرماتے ہیں:۔

ہندو مولے بھولے اکھٹی جائیں!
نارد کہیا سو کار کرائیں!
اندھے گونگے آندھ اندھار
پاتھر لے پوجے مگدھ گوار

جے آپ ڈبے تم کہاں تارن ہار"

مطلب:۔ وہ لوگ سیدھے راستہ سے دور اور گمراہی میں سرگرداں ہیں۔ اور اندھے ہیں گونگے ہیں بہرے ہیں۔ اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ جو خدا کی پوجا سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ جب پتھر خود ڈوب جاتا ہے تو بھلا تمہارا بیڑا کس طرف پار کر دے گا؟۔

اس جگہ پر حضرت باوا صاحب نے کس دھڑلے کہاں تک ہندوں کے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔

آؤ اب ہم لگتے ہاتھ ہندؤں کے زیادہ مایۂ ناز عقیدہ کو بھی دیکھیں کہ حضرت باوا صاحب ہندوؤں کے اس زبردست عقیدہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ وہ مردہ جلانے کا عقیدہ ہے۔

مُردہ جلانا

ہندوں کے ہاں مردہ جلانے کا عقیدہ بڑا زبردست ہے سوامی دیانند صاحب نے تو ستیارتھ پرکاش میں یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ یہ وید مقدس کی آگیا ہے کہ اگر کوئی غریب مر جائے اور جلانے کے لئے ایندھن نہ ہو تو اس کے لواحقین کو بھیک مانگ کر مردہ کو جلانا چاہیئے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں:۔

حقا کبیر کریم تو بے عیب پروردگار!
دنیا مقام فانی تحقیق دل دانی!
مم سر موئے عزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی!
زن پسر پدر برادران کس نیست دستگیر!
آخر بیفتم کس ندارد چوں شود تکبیر!

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ اے خالق میں آپکے حضور ایک عرض کرتا ہوں۔ آپ حق ہیں۔ اور آپ ہی سب سے بڑے ہیں۔ اور آپ کی ذات ہی بے عیب ہے اور آپ ہی سب کے رازق ہیں بیشک یہ دنیا فانی مقام ہے اے دل تو اسے اچھی طرح سمجھ لے تیرے سر کے بال موت کے منہ میں ہیں۔ مگر تو نہیں سمجھتا۔ عورت بچے۔ باپ۔ اور بھائی تیری کوئی دستگیری نہیں کرے گا۔ اور اس وقت تو بالکل لاچار اور بے بس ہوگا

KHILAFAT LIBRARY

جب ختم پر تکبیر یعنی نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔

اب دیکھو تکبیر یعنی نماز جنازہ کن پر پڑھی جاتی ہے۔ وہ جو جلائے جاتے ہیں یا دفنائے جاتے ہیں وہ جو مسلمان ہوتے ہیں یا غیر مسلم۔ خود سمجھ لو؟ ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے عیاں را چہ بیان۔

بہرحال اس عقیدہ سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت باوا صاحب ہندو نہ تھے۔

آؤ اب اسی طرح نہایت متانت اور سنجیدگی کیساتھ عقاید سکھ دہرم کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتوی تلاش کریں کہ حضرت باوا صاحب عقاید سکھ دہرم کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔

عقاید سکھ مذہب اور شری گرنتھ صاحب

جس طرح تعصب اور ضد سے الگ ہو کر محض محققانہ رنگ میں ہم نے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہندوازم کے مسلمہ عقاید کی نسبت گرنتھ اور جنم ساکھی سے دریافت کی ہے۔ اب ہم اسی اصول پر کاربند ہوتے ہوئے محض محققانہ رنگ میں ہم حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سکھ دہرم کے موجودہ عقاید کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔

سکھ ازم کے موٹے موٹے پانچ عقاید ہیں جنہیں وہ پانچ ککوں کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جو یہ ہیں کیس۔ کنگھا۔ کڑا۔ کچھہ۔ کرپان۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ شری گورو گرنتھ صاحب ان پانچ ککوں کی نسبت کیا فتوی دیتا ہے۔ یعنی تائید یا تردید۔ اگر تائید کرے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اگر تردید ہو تو ہمارے مہربان سکھ دوستوں کو ضرور اس پر غور کرنا چاہیئے۔ اس لئے اب ہم ترتیب وار ایک ایک عقیدہ کو لیکر اس پر شری گورو گرنتھ صاحب کا فتوی اور رائے پیش کرتے ہیں:۔

کیس

کیسوں سے مراد ... بال ہیں۔ سکھ دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا نے ضروری سمجھا تو بال دیئے۔ اس لئے ہمیں خدا کے اس عطیہ کی قدر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ سکھ دوستوں کا یہ اصول ہے کہ تمام بدن کے بال رکھنے چاہیئں۔ اور جو بالوں کی قدر نہیں کرتا وہ سکھ نہیں ہے۔ ہم اس بحث میں فی الحال نہیں پڑنا چاہتے۔ کہ اگر بالوں کو خدا کا عطیہ سمجھکر قدر کرنی چاہیئے۔ تو اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ مثلاً ناخن وغیرہ۔ لہذا اس عطیہ کو بھی قدر و منزلت سے دیکھنا چاہیئے۔ اس وقت اس بحث سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے صرف ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ شری گورو گرنتھ صاحب وغیرہ یا سکھ صاحبان کی دیگر پستکوں میں بالوں یا کیسوں کو کس نظر سے دیکھا گیا ہے یعنے گرنتھ صاحب کی بھی یہی تعلیم ہے کہ بدن کے بالوں کو اپنی جان سے عزیز رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ جب ہم یہ محققانہ خیال لیکر گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ آد گرنتھ صاحب شلوک کبیر نمبر ۲۵ میں:۔

کبیر پریت ایک سوں کیئے ان دبدھا جائے
بھاویں لانبے کیس رکھ بھاویں گھرڑ منڈائے

مطلب:۔ ایک سے دل لگانا چاہیئے جس سے تمام اوہام اور دلی وساوس دور ہو جاتے ہیں۔ یہ ہر ایک کی مرضی پر منحصر ہے کہ خواہ وہ لانبے بال رکھے یا گھرڑ منڈائے۔

اسی پر اکتفا نہیں پھر آگے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آد گرنتھ صاحب راگ رام کلی کی وار محلا پہلا شبد ۱۲۔ شلوک ۱۔

نہ ست موند منڈائے کیسی نہ ست پڑھیاں دیس پھر

مطلب نہ سر کے منڈانے اور نہ کیسوں یعنی بالوں کے رکھنے سے قرب الہی میسر آتا ہے۔ اور نہ پڑھنے سے اور نہ ملک بہ ملک پھرنے سے۔ اس جگہ حضرت باوا صاحب نے بالوں کے رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق نہایت ہی صاف اور عمدہ فیصلہ دیدیا ہے۔ ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ اسی شلوک سے سمجھ لو۔ کہ باوا صاحب کی رائے بالوں کے رکھنے کے متعلق کیا ہے۔

شری گورو گوبند سنگھ صاحب کا فتوی بالوں کے رکھنے کے متعلق

دسم گرنتھ صاحب اکال استت ۲۵۲ میں شری گورو گوبند سنگھ صاحب بالوں کے رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

تیرتھ کوٹ کیئے دیئے بہو دان مہا برت۔
دیس پھرو کر بھیس تپودہن کیس دہرے نہ ملیں ہری پیارے

مطلب:۔ کروڑوں تیرتھوں پر جانے سے وہاں جاکر اشنان (غسل) کرنے سے۔ وہاں جاکر زیادہ خیرات کرنے سے نہایت سختی سے سخت برت اور ریاضت کرنے اور ملک بملک پھرنے سے ریاضت کرنیوالوں کا بھیس بدلنے یا فقیری لباس پہننے سے اور نہ کیس یعنی بال رکھنے سے خدا کا وصال ہوتا ہے یعنے ان مذکورہ بالا چیزوں کے رکھنے سے قرب الہی میسر نہیں آتا۔ اسی پر ہی اکتفا نہیں ہے۔ آگے دسم گرنتھ بچتر ناٹک کرشنا اوتار انک ۱۴۶۳ میں لکھا ہے۔

کیس بدہے سر میں برے اردیہہ میں روم بڑے خفکے
کہہ سوں نہاڑن چاہت ہے بن دانت سوں ات بچ نکلے
سر دست اکھیا خفی سنگ کون بھرے بل کے انکے
سر چاپ چڑہائیکے رین پھرے سب کام کرے نت پاپ کے

اس جگہ جسم کے بالوں اور سر کے بالوں کے بڑہانے کی تردید کی گئی ہے۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس سویا پر بار بار غور فرمادیں۔ صرف اسی پر بس نہیں۔ آگے اور ملاحظہ فرمادیں۔

بالوں کے رکھنے کے متعلق واراں بھائی گورداس کی رائے

واراں بھائی گورداس وار ۳۶ پوڑی ۱۴ میں یہ لکھا ہے:۔

بال بدھائے بلیئے بڑھیا بلا سی

مطلب:۔ بالوں کے بڑہانے سے اگر قرب الہی ہو سکتا ہے۔ تو بڑہ کی جٹاں لمبی لمبی ہوتی ہیں اسے پہلے ان کی مکتی ہو جانی چاہیئے۔

شری گورو گوبند سنگھ صاحب کے حضور بہت سے سکھوں نے اپنے دس سوالوں کی ایک عرضی لکھکر دی جس کا ساتواں سوال یہ تھا کہ اس سے پہلے دربار میں آپکے وقت قینچی سے کاٹ کر داڑھی برابر کر لیتے تھے۔ اب جو حضور کا ارشاد ہو۔ اس پر شری گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنی قلم مبارک سے یہ لکھ دیا:۔

ہیچ داڑھی برابر کرالیوے

اس کی نقل گورو جی کے حضوری شہید بھی سنگھ جی نے بھگت رتناولی میں دی ہے۔

پھر اس پر بس نہیں۔ تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۱۱۶۰ میں درج ہے۔

بھائی رام کور جی کو گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے خوشی ہو کے باہوں پھڑ ہاتھی پر بٹھا لیتا۔ اتے بہت سنکار کیتا۔ اک سکھ نے بینتی کیتی۔ سچے پادشاہ بابے بڈھے کے آپ کے سچے سکھ ہن آپ ایہناں نوں۔ کچھ۔ کرپان۔ کیس پر رکھنا اپدیش کیوں نہیں کرتے۔ بھائی دیا سنگھ بولیا۔ بھائی ایہناں دے اتلی رکیں ہن۔ تہاڈے باہراں نوں دسے ہوئے ہن۔ گورو جی نے فرمایا ساڈے بچھوں ایہناں نے بہت سنگھ سجانے ہن "

اس سے ظاہر ہے کہ بھائی رام کور جی کو گورو صاحب اس قدر عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اپنے بعد اسے اپنا قایم مقام سمجھتے تھے۔ مگر جب بعض سکھوں نے گورو مہاراج کی خدمت میں یہ عرض کی۔ کہ آپ انہیں کیس۔ کنگا۔ کڑا۔ کچھ۔ کرپان۔ رکھنے کی ہدایت فرما دیں۔ تو گورو صاحب نے خاموشی فرمائی۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت ان امور کو بطور عقاید نہیں سمجھا جاتا تھا۔

کنگا

کنگا بالوں کے صاف کرنے کے آلہ کا نام ہے۔ اور اس کا رکھنا بھی ہر ایک سکھ صاحب کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ بالوں کا رکھنا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے متعلق گورو صاحبان کیا فرماتے ہیں۔ کیسوں یعنے بالوں کے متعلق جو گرنتھ صاحب اور گورو صاحبان کا فتوی ہے۔ وہ میں عرض کر چکا ہوں تو جب بالوں کا رکھنا گورو صاحبان کوئی ایسا ضروری نہیں سمجھتے کنگا تو بالوں کے صاف کرنے کی چیز ہے۔ اس کی ضرورت کو خود سمجھ لو۔

کڑا کسکو کہتے ہیں

سکھ دھرم کا تیسرا عقیدہ کڑا پہننے کا ہے۔ یہ لوہے کا کنگن ہے جسے سکھ دوست اپنے داہنے ہاتھ میں پہنتے ہیں۔ اس لوہے کے کڑے کا پہننا بھی ایسا ہی ضروری ہے جس طرح کیسوں کا رکھنا۔ آؤ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے محققانہ رنگ میں گرنتھ اور جنم ساکھی اور سکھ صاحبان کی دیگر پستکوں سے اس کا فتوی تلاش کریں۔ کہ سکھ صاحبان کے مذہبی گرنتھ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اگر سکھ صاحبان کے مذہبی گرنتھ اس کے جواز کا فتوی دیں تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ اگر اس کے برعکس ہو تو کم از کم سکھ صاحبان کو اس پر غور ضرور کرنا چاہیئے۔

کڑا اور گرنتھ صاحب

کڑے کے متعلق گرنتھ صاحب یہ فرماتا ہے۔ آدگرنتھ صاحب وار کانشٹ پڑیاں محلا ۱۔ گھر پہلا شبد پہلا پد ۵۔

کنگن کنک پہرے بہہ گلنا کا پر ہانت بناوے گو نام بنا سب پھیک پھیکانے جنم بھرے پھر آوے گو

اگر اور بہت سی پہننے کی چیزوں کے علاوہ کنگن بھی پہن لے اور مختلف اقسام کے آرام و آسائش کے سامان بھی کرے تو یہ سب اشیا جنہیں انسان اپنا آرام اور سکھ تلاش کرتا ہے بغیر خدا کے نام کے سب پھیکے ہیں۔

پھر آدگرنتھ صاحب راگ آسا محلا پہلا شبد ۳۵ شلوک ۲۔ میں درج ہے:۔

سن سوتی جے گہنا ہوئے پون ہوے سُت دھاری
کھما سگار کا من تن پہرے رادے لال پیاری
لال بہو گن کا من موہی تیرے گن ہوئیں ادری ادھاڑ
ہری ہر ہار کنٹھ لے پہرے دامو در دنت لیبیج
کر کرکی کرتا کنگنا پہرے ان بدہ چیتہ دہر سنی ۲
مدھو سودن کر مندری پہرے پر میشر پٹ لیئی
دھیرج دھڑی بندھا وے کامن سری رنگ سرمہ دیئی ۳
من مندرو دے دیپک جاے کایاں سیج کرے ئی!
گیان راؤ جب سیجے آوے تاں نانک بھوگ کرے۔

اس پر غور کر لو کہ ان شلوکوں میں بھی کڑے کے حق میں رائے نہیں۔ غرضیکہ ہم جس قدر بھی گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کریں ہمیں کڑے کے حق میں کوئی شلوک نہیں ملتا۔

آؤ اب اسیطرح عقیدہ کچھ کے متعلق گرنتھ صاحب اور سکھ صاحبان کی دیگر کتابوں پر غور کریں۔

کچھ کیا ہے؟

کچھ ایک گھٹنوں یا گھٹنوں کے اوپر تک پاجامہ کا نام ہے۔ ہمارے سکھ دوست کچھ کا پہننا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جس طرح کیس۔ کنگھا۔ اور کڑا۔ کا رکھنا۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ گرنتھ صاحب یا سکھ صاحبان کی دیگر مذہبی کتب سکھ صاحبان کے اس چوتھے اصول کے متعلق کیا فرماتے ہیں اگر تائید کریں تو بہت عمدہ بات۔ اور اگر تائید نہ ہو تو مثل دیگر عقاید کے یہ عقیدہ بھی سکھ صاحبان کے لئے قابل غور ضرور ہے

گرنتھ صاحب اور کچھ

شری گورو گرنتھ صاحب میں کچھ کے متعلق یہ شلوک ملتے ہیں:۔ راگ رام کلی محلا ۵۔ شبد ۲۔

"کر سنجوگ بنائی کاچھ تس سنگ ہیوا یا نان ناچ"

اس جگہ بھی دیکھ لو کہ کچھ کے حق میں فتوی نہیں ملتا بلکہ محققانہ رنگ میں۔ تس سنگ (ساتھ) رہیو ایانان (بچہ) ناچ "کہکر جو درجہ اسے دیا گیا ہے وہ خود ظاہر ہے" آؤ اب ہم گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کریں

KHILAFAT LIBRARY

آدگرنتھ صاحب راگ کانڑا محلا ۵ گھر ۲ شبد ۵ میں لکھا ہے :-

"انگ سوانگ کا چھے بھیکھ نہ دہاری"

اب اس جگہ بھی گورو صاحب نے یہ بھیکھ نہ دہاری کہکر جو کچھہ کے متعلق رائے دی ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ کچھہ کے متعلق جو واجب الاحترام گورو صاحبان نے اپنی رائے مبارک کا اظہار فرمایا ہے وہ سکھہ دوستوں کے لئے ضرور قابل غور ہے

آؤ اب ہم سکھہ دوستوں کے پانچویں عقیدہ پر غور کریں۔

کرد کیا ہے ؟

کرد ایک چھری سے ملتا جلتا ہتھیار ہے۔ اسی بھی ہمارے سکھہ دوست اپنے مذہبی عقاید میں سے ایک ضروری عقیدہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ گورو صاحبان کی سوانح اس امر کی شہادت نہیں دیتیں کہ گورو صاحبان نے اسے اپنے مذہب کی ضروری چیز سمجھہ کر اپنے پاس رکھا ہو۔ مگر آؤ ہم ٹھنڈے دل کے ساتھہ گرنتھ صاحب اور سکھہ صاحبان کی دیگر کتب کا مطالعہ کریں اگر سکھہ دوستوں کی کتابوں میں کرد کا رکھنا مذہب کا ایک ضروری جزو بتلایا گیا ہے تو بہت عمدہ بات ہے اگر نہیں تو ہمارے سکھہ بھائیوں کو ضرور اس پر غور فرمانا چاہیئے ؟

شری گرنتھ صاحب اور کرد

آدگرنتھ صاحب راگ مارو محلا پہلا سولہے شبد ۳۔

گیان کھرگ لے من سیون لوجھے منسا منہ سمائی ہے

اس جگہ بھی غور کرلو گورو صاحب کا یہ شلوک بھی کرد کے حق میں نہیں ہے۔ آؤ اور آدگرنتھ کی اوراق گردانی کریں۔ جب اس خیال کو لیکر ہم گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ تو آدگرنتھ راگ گوڑی پوربی محلا ۵ شبد ۲ شلوک ۲ میں یہ لکھا پاتے ہیں

گور گیان کھڑگ ہتھ دہار یا جم مار اڑا جم کال "

اس جگہ بھی کرد کے حق میں رائے نہیں ملتی۔ پھر نانک پرکاش صفحہ ۲۱۵ مصنفہ بھائی سنت سنگھ جی

گورو نانک دیوجی کورکشیتر کے پنڈتوں سے فرماتے ہیں :-

KHILAFAT LIBRARY

بولے گورو ہتھیار ہیں پاس میرے تیز جنہاں دے بڑی ہے دہار پنڈتو۔

ست سنگ دے پریم داد ہنگ بہاری تے کرتار دا نام تلوار پنڈتو۔

شم دم آدک ہیں تیر بھاری مرگ من نوں دیوندے مار پنڈتو۔

برہم اگنی میں منگھناں نوں ہوم کرنا ایسا کھتری ہیں لڑن ہار پنڈتو۔

مطلب :- گورو کہتے ہیں کہ اے پنڈت صاحبان میرے پاس لڑنے کے لئے ایسے اوزار ہیں جنکی دہار بہت ہی تیز ہے۔ صحبت صالحہ اور محبت الہی کا دہنگ زبردست ہے۔ اور خداوند تعالے کا نام تلوار میرے پاس ہے"۔ اسی طرح کے ساتھہ گیان دہیان روپی ہتھیاروں کی ہی اپنے پاس رکھنے کی گورو صاحب نے ہدایت فرمائی ہے جن سے کام (شہوت) کرودھ (غصہ) لوبھہ (لالچ) موہ (محبت) ہنکار (تکبر) کا ناجائز استعمال رفع ہوکر انسان نجات اور مکتی کا وارث بنتا ہے۔

ہم نے نہایت ٹھنڈے دل سے سکھہ صاحبان کے موجودہ مذہبی عقاید۔ کیس۔ کنگا۔ کڑا۔ کچھہ کرپان۔ پر نظر ڈالی۔ واجب الاحترام گورو صاحبان کی سوانح اور شری گورو گرنتھ صاحب کے اقوال ہمیں ان عقاید کا ساتھہ دیتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ جس سے صاف ظاہر ہوا کہ گورو صاحبان نا تو ہندو دہرم کے عقاید کے ہی پابند تھے اور نہ ہی سکھہ صاحبان کے موجودہ عقاید کا ذکر کہیں شری گورو گرنتھ صاحب وغیرہ میں ملتا ہے۔ آؤ اب ہم اسی طرح تعصب اور ضد سے الگ ہوکر نہایت ٹھنڈے دل سے محققانہ رنگ میں ارکان اسلام پر بھی حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی تلاش کریں۔ اگر ہندو ازم اور سکھہ صاحبان کے موجودہ عقاید کی طرح ارکان اسلام کا بھی شری گورو صاحب والسنتہ ساتھہ نہ دیں تو ہم کہدینگے کہ شری گورو صاحب اسلام بھی نہیں۔ اور اگر تائید فرماویں تو ہم سب کو گورو صاحب کے فرمان کے آگے سر جھکا دینا چاہیئے

گورو جس کے ہوں جس راہ پر فدا
وہ چیلا نہیں جو نہ دے سر جھکا

اس محققانہ خیال کو لیکر ہم شری گورو گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ اور کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوۃ کے متعلق گورو صاحبان کی رائے ہم گرنتھ صاحب سے تلاش کرتے ہیں :-

نماز۔ روزہ۔ اور حضرت باوا صاحب

مسلمانوں کے ہاں نماز روزہ کی پابندی ضروری اور اشد ضروری ہے بلکہ سچ پوچھو تو مسلمان اور کافر میں بھی ایک مابہ الامتیاز ہے۔ کہ مسلمان نماز پڑھے گا۔ اور غیر مسلم نماز سے انکار کرے گا۔ روزوں کی پابندی بھی اسلام کے ہاں اشد ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ روزوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آیا ہندو عقاید کی طرح اسلام کے ان ہر دو عقاید کی بھی تردید کرتے ہیں یا ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح اس پر اپنی جان و مال فدا اور قربان کرتے ہیں۔ یہ ایک کسوٹی ہے جو بہ احسن وجوہ اس امر کا فیصلہ کردے گی کہ حضرت باوا صاحب کن عقاید سے وابستہ تھے۔ حضرت باوا صاحب سری راگ محلا پہلا میں فرماتے ہیں :-

عیب تن چکڑ دیہ من مینڈ کو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنور استاد نت بہا کھیا بولے کیوں بوجھے جان نہ بوجھائی
آکھن سنناپون کی بانی ایہہ من رتا مایا
خصم کی ندر دلیں پسندی تہیں اک کرد ہیا
تیہ کیو رکھے پنج کرسا تھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال تن کس کو سمجہائی

مطلب :- تیرے بدن میں کیچڑ کیا ہے۔ تیرے ہی عیب۔ اور اس میں مینڈک کیا ہے تیرا اپنا دل اس عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک کے سر پر کنول کا پھول کھل رہا ہے۔

کھبور ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی پیاری آواز سے تمہیں بلاتا ہے۔ کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونیوالے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر آ۔ اور دیکھ کہ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول کا پھول کھل رہا ہے۔ مگر سچ ہے کہ اس کنول پھول کی خوشبو سے وہی لوگ مستفیض ہو سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالٰے آپ سمجھائے۔ اور اللہ تعالٰے انہی کو سمجھاتا ہے جو اللہ تعالٰے کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ اور جو اس خداوند قدوس کی آواز کو اس کان سے سنکر اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ یقین سمجھیں۔ کہ اللہ تعالٰے کا ان لوگوں سے قطعاً کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔

KHILAFAT LIBRARY

اور اللہ تعالٰے کے مقبول بندوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں۔ تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں خداوند تعالٰی انہیں شیطانی شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس سے اندازہ لگا لو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا ہندو ہو سکتا ہے یا مسلمان۔ ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

پانچوقت کی نمازوں کو پابندی سے پڑھو اور قرآن شریف کی تلاوت باقاعدہ کرو!

اسی پر اکتفا نہیں ہے آگے چلکر حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں گرنتھ صاحب آدسری راگ محلا پہلا :-

پنج وقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن
نانک آکھے گور سدہی رہیو پینا کھانا

یعنے پانچوں وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو۔ اور قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدہ کرو۔ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وقت قبر تجھے آواز دے رہی ہے۔ اور تمہارا کھانا پینا۔ اور نفسانی خواہشات یونہی دھرے کے دھرے رہ جائینگے۔ نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت موت آجائیگی۔ اس لئے پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی اور قرآن کریم کی تلاوت سے کبھی روگردان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہاں گور (قبر) کا لفظ بھی کہنا پڑا ہے باوا صاحب نے یہ نہیں کہا۔ کہ نانک آکھے مڑھی سدہی رہیو پینا کھانا۔ بلکہ اسکی بجائے یہ کہا۔ کہ نانک آکھے "گور" سدہی رہیو پینا کھانا۔ اب خود دیکھ لو کہ گور (قبر) میں کون لوگ جاتے ہیں۔ وہ جو دفنائے جاتے ہیں۔ یا جلائے جاتے ہیں۔ اور جو دفنائے جاتے ہیں وہ کون ہوتے ہیں۔ ہندو یا مسلمان؟۔ اسی سے سمجھ لو کہ حضرت باوا صاحب کس عقیدے کے پابند تھے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں۔

پانچوں وقت نماز کی پابندی کیلئے اور تاکید واکید

دیکھو پانچوں وقت نماز کے ادا کرنے کی تاکید کو کس دردناک رنگ میں پیش کیا گیا ہے :-

جمع کرنا مدی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدا ئیدے ہوسیں بہت خوار

اللہ تعالٰے کے نام کی جمع کرو جیسے سیتا رام جیسے سیتا رام کہنے سے نہیں۔ بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی سے کیونکہ بغیر اس کے آئندہ ذلت اور خواری ہی ہی۔ اس جگہ دیکھ لو کہ حضرت باوا صاحب۔ نماز کے متعلق کس قدر ضروری ہدایت فرماتے ہیں۔

بے نمازی اللہ تعالٰی کی سخت وعید کے نیچے ہیں

پھر جنم ساکھی بھائی بالا کے صفحہ ۲۲۳ پر حضرت باوا نانک کا یہ شلوک درج ہے :-

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کرین
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گوین

ان لوگوں پر اللہ تعالٰی کی ...... ہے۔ جو نماز کو ترک کرتے ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت کمایا گویا اس کو بھی دست بدست ضایع کر رہے ہیں۔

یہ باتیں نہایت ہی کھلے کھلے اور واضح طور سے ہماری نہایت ہی صفائی کے ساتھ اس طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ حضرت باوا صاحب دراصل کس عقیدہ کے قایل تھے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ انہوں نے کوئی الگ مذہب نکالا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ ایک الگ مذہب کیلئے جسطرح روحانیت کی ضرورت ہے اسی طرح شریعت کی بھی ضرورت ہے۔ اب شری گرنتھ صاحب میں یہ کہاں لکھا ہے کہ اپنے کیساتھ یہ برتاؤ۔ اور غیروں کے ساتھ یہ سلوک ہو۔ گرنتھ صاحب میں یہ کہاں لکھا ہے کہ رعایا کے بادشاہ پر یہ حقوق۔ گرنتھ میں یہ کہاں لکھا ہے کہ عبادت آلہیہ کے یہ انضباط اوقات۔ غرضیکہ جسقدر مسایل شرعیہ ہیں

کیا حضرت باوا صاحب نے کوئی الگ مذہب نکالا

گرنتھ صاحب اس سے خاموش ہے حالانکہ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۲

بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ
نیوں چل اسگے سیدھ مند کسے نہ آکھ

بدعتوں کو دور کرو۔ اور جب تک شریعت پر قدم زن نہیں ہوگے بدعتوں سے بچنا بہت مشکل ہے سب سے محبت کیساتھ پیش آؤ۔ اور کسی کو برا مت کہو۔ اگر حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی الگ مذہب نکالا ہوتا۔ تو ضرور تھا کہ آپ شریعت کے احکام کا ذکر بھی فرماتے۔ شریعت جو ایک مذہب کا ضروری اور لازمی پہلو ہے۔ حضرت باوا صاحب کا اس سے خاموش رہنا یہ امر صاف طور سے اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ حضرت باوا صاحب نے کوئی الگ مذہب نہیں نکالا۔ گرنتھ صاحب کا اگلا شلوک تو اس امر کا نہایت ہی عمدگی کے ساتھ تصفیہ کر دیتا ہے کہ حضرت باوا صاحب درحقیقت کس مذہب کے عقیدتمند تھے۔ آپ گرنتھ صاحب

آدھ پا سائز صفحہ ۱۰۲۸ میں فرماتے ہیں :-

پیر پیغمبر سالک شہید ہے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملاں درو درویش رسید
برکت تنہاں لگے جو پڑھتے رہن درود

مطلب۔ حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جس قدر پیر۔ پیغمبر سالک۔ اور شہید اور شیخ و مشائخ اور قاضی و ملاں و درویش وغیرہ ہوئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے حضور وہی بابرکت ہیں۔ جو درود شریف کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ اب آپ جانتے ہیں درود شریف کیا ہے :-

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید۔

اب خدارا غور کرو اس طرح درود کی تاکید کرنے والا اور درود کو اللہ تعالیٰ کی برکات و انوار کا جاذب کہنے والے کے متعلق ہم ایک سنٹ کیلئے بھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ مسلمان نہ تھے۔ ان کھلی کھلی شہادتوں سے انکار کرنا قطعی مشکل ہے۔ خدارا غور کرو۔ نماز۔ روزہ۔ قرآن مجید اور درود شریف سے اپنی خالص اور بے لاگ محبت رکھنے والا اور درود شریف کو تمام برکات و انوار کا جاذب کہنے والے کے لئے کبھی ایک طرفۃ العین کے لئے بھی یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اسلام سے تعلق نہ رکھتا تھا ہرگز ہرگز نہیں۔

بھائی صاحب نے یہ تو مان لیا کہ حضرت باوا صاحب ہندو نہ تھے اور گرنتھ صاحب میں حضرت باوا صاحب کا یہ قول بالکل صاف اور کھلا ہے اور اس سے کوئی بھی گو نتھ پڑھنے والا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ گرنتھ صاحب سری راگ محلا پہلا چھوٹا سائز صفحہ ۲۱ میں شری گورو صاحب فرماتے ہیں :-

خصم کی نذریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دھیایا!
تیہ کر کے بیچ کریا سنتی ناؤ شیطان مٹ کٹ جائی

یعنے وہی اللہ کے مقبول ہیں جو ایک کی پوجا کرتے ہیں جو تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ تاکہ وہ شیطانی شر سے محفوظ رہیں

قرآن شریف سے روگردانی کرنیوالوں کے متعلق! گرنتھ صاحب کا فتویٰ

چھوڑ کتاب گر کے شیطان؎ یعنے کتاب مطلب قرآن مجید کو ترک کرنا سمجھو کہ شیطان کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اس جگہ دیکھ لو کہ حضرت باوا صاحب کے نزدیک شیطان کون ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو قطعی صاف فرما دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۳ :-

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھایئے حرام دا سر تے چڑھیئے عذاب!
جو راہ شیطان گم تھئے سو کیونکر کریں نماز
آتش دوزخ ہاویہ بابا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاوناں کیتا تنہاں پلید
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

حضرت باوا صاحب اس جگہ فرماتے ہیں۔ اے رکن دین سچی سچی باتیں دل کھول کر سنو۔ یہ میری باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ خداوند تعالےٰ کا فرمان ہے اور قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا ہے۔ بیشک وہ لوگ اس دنیا میں ہی دوزخ خرید لیتے ہیں۔ جو کلمہ طیبہ یعنی **لا اله الا الله محمد رسول الله** کہہ کر خدا کے پیاروں میں شامل نہیں ہوتے۔ اور روزوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور نمازوں کے تارک ہو جاتے ہیں۔ بیشک ایسے لوگوں کا کھانا اور پینا مکروہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے خدا کے عذاب کو خرید لیا ہے۔ بیشک جن لوگوں کو شیطان نے گمراہ کیا وہ نمازوں سے دور ہو گئے۔ بیشک انہوں نے اپنی قسمت کو دوزخ کے حوالہ کر دیا۔ بیشک بہشت کی نعمتوں کو انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے پر حرام کر لیا۔ اے رکن دین نانک یہ کہتا ہے کہ کلمہ کو حق جانو بیشک یہ ایمان کی روح ہے۔ جس سے ایمان ثابت رہتا ہے۔

پھر بھائی گنگا سنگھ صاحب نے یہ کہا ہے۔ کہ ان نمازوں سے وہ نماز مراد نہیں ہے جو مسلمان پڑھتے ہیں بلکہ ان نمازوں سے یہ نمازیں مراد ہیں :-

پنج نمازاں وقت پنج پنجاں پنجے ناؤں
پہلا سچ۔ حلال دوئی۔ تیجی خیر خدائے
چوتھے نیت صاف رکھ۔ پنجویں صفت ثناء

اس جگہ حضرت باوا صاحب نے نمازوں کی نفی نہیں کی بلکہ نمازوں کی تاکید فرمائی ہے۔ کہ نمازوں کے پڑھنے سے حق حلال نصیب ہوتا ہے اور خدا کی طرف سے نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ اور صفائی نیت نصیب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد کا موقعہ میسر آتا ہے۔ کیونکہ وقت کے الفاظ نے اس امر کو صاف کر دیا۔ جیسا کہ باوا صاحب نے فرمایا ہے۔ پنج نمازاں ”وقت“ پنج اگر آپ لوگ پنج نمازوں سے مراد حق حلال نیت صاف اور صفت و ثناء کو ہی لیتے ہو تو بتلاؤ ”وقت پنج“ سے کیا مراد لوگے۔ اصل میں حضرت باوا صاحب صوفیانہ مشرب رکھتے تھے۔ اور صوفی منش زیادہ تر تمثیلات میں کلام کرنا پسند فرمایا کرتے ہیں۔ اور استعارات کو زیادہ کام میں لاتے ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں :-

من ہالی کرساں کرنی شرم پانی تن کھیت

مطلب اپنے دل کو ہالی بناؤ۔ اور کرنی یعنی افعال حسنہ کی زمینداری کرو۔ شرم کا پانی دو۔ اور اپنے تن کو کھیت سمجھ لو۔

اب کس قدر سکھ صاحبان ہیں جو اپنے دل کو ہل بناتے ہیں اور بجائے زمینداری کے اپنے افعال حسنہ کی زمینداری پر ہی بس کرتے ہیں۔ کس قدر سکھ صاحبان ہیں جو اس پانی کی بجائے شرم کا پانی اپنی

KHILAFAT LIBRARY

کھیتی بیں ویتے ہیں اور کس قدر سکھ دوست ہیں۔ جو بجائے گندم۔ مکی۔ باجرا۔ چنے اگانے والے کھیت کی بجائے اپنے تن کو ہی کھیت سمجھتے ہیں۔ جب یہ باتیں نہیں ہیں اور آپ لوگ اس کو تمثیلات اور استعارات یا النکار وغیرہ سمجھتے ہو۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ پنج نمازاں وقت پنج پنجا بجھے اڈں۔ پہلا سچ حلال دوسے۔ تیجے خیر خدا اسے۔ چوتھے نیت صاف رکھ پنجویں صفت ثناء کو ہم لوگ بجائے تمثیلات کے حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ ہم نے پہلے بھی اسے پیش کیا تھا۔ مگر

کل انبیاء درود کے پڑھنے سے ہی برکات حاصل کریں گے

بھائی گنگا سنگھ صاحب نے قطعاً اسے چھوا تک نہیں۔ اور چھوتے بھی کیسے جبکہ بھائی صاحب کو ایک اور ایک دو کیطرح سے یہ علم ہے کہ یہ شلوک گرنتھ صاحب چھوٹا سائز کے صفحہ ۹۲ پر موجود ہے اور اس کے کوئی معنے نہیں بدل سکتے۔ چنانچہ ہم وہ شلوک بھائی صاحب کی آگاہی کیلئے پھر بیان کرتے ہیں:۔

پیر پیغمبر سالک شہداء اور شہید!
شیخ مشائخ قاضی ملاں در درویش رسید
برکت تنکے اگلے جو پڑھتے رہن درود

یعنے جسقدر پیر پیغمبر سالک اور شہداء وغیرہ گذرے ہیں اور جسقدر شیخ و مشائخ قاضی و ملاں اور درویش وغیرہ ہوئے ہیں۔ وہی لوگ برکات حاصل کرینگے جو درود شریف کا ورد کرتے ہیں یعنے اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آلِ ابراھیم انک حمید مجید کی یاد کو اپنے دلمیں تازہ رکھتے ہیں۔ اب ان کھلی کھلی شہادتوں سے بڑھکر بھلا اور کونسی شہادتیں ہو سکتی ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ پھر اسی گرنتھ کے صفحہ ۱۳۴۰ میں حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مسلمان ہونسے تمام مشکلات رفع ہوجاتی ہیں

ہوئے مسلم دین مہانے مرن
جیون کا بھرم چکانے۔

اسے اس دنیا کے دکھوں کے سمندر سے پار جانیو آئے اگر تو چاہتا ہے کہ سلامتی اور آرام و آسانی سے ان دکھوں کے سمندر کو عبور کرے تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ تو مسلمان بنجا۔ مسلمان ہونے سے تمہاری تمام مشکلات حل و دور ہو جائینگی۔ اب دیکھو یہ شلوک کسقدر صاف و واضح ہے اور باوا صاحب کا اپنا کلام ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھلی کھلی اور صاف صاف شہادتوں کے سامنے اور کیا شہادت پیش کیجا سکتی ہے۔ ان امور

جو رسول کو یاد نہیں کرتے وہ دوزخی ہیں

سے حضرت باوا صاحب کا اسلام ایسا ہی ظاہر ہے جس طرح روز روشن میں سورج کا وجود اظہر ہوتا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں ہے۔ آگے چلکر گرنتھ صاحب کا ایک ایسا زبردست شلوک ہے جو نہایت آسانی سے ان تمام شکوک شبہات کو دور کر دیتا ہے۔ اور حضرت باوا صاحب کا اسلام نہایت ہی صفائی اور عمدگی سے ایک حق کے دلدادہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ گرنتھ صاحب صفحہ ۲۹۵ میں یہ لکھا ہے۔

KHILAFAT LIBRARY

اٹھے پہر بوندے رہن کہادن سندڑے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چت نہ آدے رسول

وہی لوگ ہر وقت دکھوں میں مبتلا اور سرگردان رہتے ہیں اور حد سے زیادہ تکالیف اٹھاتے ہیں اور وہی لوگ اپنے آپ کو دوزخ کے سپرد کرتے ہیں۔ جو رسول کو یاد نہیں کرتے۔

اب دیکھو یہ کیسی واضح اور کھلی کھلی شہادت ہے اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس شہادت سے بڑھکر اور کونسی شہادت ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت باوا صاحب نے کہیں یہ بھی شلوک کہا ہے۔ کہ وہ لوگ تکالیف اور مصائب میں سرگردان رہتے ہیں جو برہما اور شوجی کو یاد نہیں کرتے جاؤ تمام گرنتھ اور جنم ساکھی ٹٹولو۔ اوراق گردانی کرو۔ آپ ہرگز ہرگز کوئی ایسا شلوک نہیں پاؤگے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب نے

سب کتابوں سے قرآن مجید کو فضیلت ہے

نہایت ہی وضاحت اور صراحت کیساتھ قرآن مجید یا الفاظ دیگر دین اسلام کی حرمت کو کل ادیان سے فضیلت دی ہے اور حضرت باوا صاحب نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے نہایت ہی دہڑلے کے ساتھ کھلے بندوں اس امر کا اظہار فرما دیا۔ اور کل کتب کے ساتھ مقابلہ کر کے اس امر کو کمال وضاحت اور صراحت سے آشکارہ و مزین کر دیا۔ کہ فی زمانا جسے ہندو لوگ کل جگ کہتے ہیں اور مسلمان فیج اعوج کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ پاپوں کا زیادہ زور اور دنیا کثرت سے گناہوں میں ملوث ہے۔ ایسے دھندوکار کے زمانہ میں اگر کوئی کتاب لوگوں کو گناہوں اور عصیان کے دارل سے نکال کر تقوی طہارت کے باغیچہ میں لا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔ اگر ایسے نازک وقت میں کوئی عمل دنیا کو ظلمت اور اندھیرے سے نکال روشنی کے مینار پر لا کھڑا کریگا۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔ جیسا کہ حضرت باوا صاحب نے گرنتھ صفحہ ۱۳۶۶ پر فرمایا:۔

بیت دن پوجا ست دن سنجم جت دن کاہے جنیؤ
ناد ہو دھو دتلک چڑھا ہو سچ دن سوچ نہ ہولی
کل پردان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ پوجا پاٹ بھی آجکل کام نہیں دے سکتا۔ چھوت چھات کا مسئلہ بھی ناکارہ ثابت ہوا۔ جنیؤ بھی کسی کام نہ آیا۔ اشنان غسل کا کرنا اور ماتھے پہ تلک قشقہ لگانے نے بھی کچھ کام نہ دیا۔ ہاں آجکل اس فیج اعوج کے زمانہ میں اگر کوئی کتاب کام آئی تو وہ صرف قرآن مجید اور محض قرآن مجید ہی کتاب ہے جس کے سامنے دیگر پوتھیوں دکتب پنڈت اور پرانوں کی کچھ دال نہ گلی۔

اس جگہ دیکھو حضرت باوا صاحب نے کیسے کھول کھول کر قرآن مجید کی فضیلت اور تقدیس بیان فرمائی ہے۔ اب اس سے بڑھکر بھلا اور کیا فوقیت اور برتری کا اظہار ہو سکتا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ دوسری جگہ جنم ساکھی ولایت والی صفحہ ۲۴۶ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں

توریت۔ زبور۔ انجیل ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل جگ میں پردار

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ توریت۔ زبور۔ انجیل اور وید ان ہر چہار کتب کو خود بھی پڑھا۔ اور دوسروں سے پڑھوا کر بھی سنا۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا میں پاپوں اور گناہوں کی کثرت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی کتاب دنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے

اب دیکھو کہ حضرت باوا صاحب نے کس طرح پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر دیا کہ اس زمانہ میں اگر کوئی کتاب دنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اور کوئی کتاب سالتھ نہیں سکتی۔ چنانچہ اسکی تائید سکھوں کے آدگرنتھ جس پر سکھوں کے مذہب کا دارومدار ہے۔ اس کے صفحہ ۱۲ پر جس جگہ یہ (بے نماز کس کے مشابہ ہے اور بے نماز سے کیا سلوک کرنا چاہیئے) لکھا ہے۔ اور ہمارے سکھ دوست ضرور ان شلوکوں کو پڑھتے ہونگے۔ مگر خدا جانے ان شلوکوں پر جن پر انسانی زندگی کی نجات کا دارومدار ہے کیوں توجہ نہیں فرماتے۔ بہرحال وہ شلوک یہ ہیں:۔

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کبھی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اُٹھ فریدا وضو ساج صبح نماز گزار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں
کنی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

گرنتھ صاحب میں حضرت باوا فرید کے شلوک درج ہیں اور گرنتھ صاحب آد ایک ایسی کتاب ہے کہ ہمارے سکھ دوستوں کا عقیدہ ہے کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی سے دور ہو جاتا ہے یہ شلوک صاف پنجابی زبان میں ہیں۔ مگر تاہم میں اس کا سادہ اردو ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

اے فرید بے نمازی کتے کیطرح ہے اور اس کا یہ طریقہ بُرا ہے کیونکہ وہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلکر نہیں آتا۔ فریدا جلدی اُٹھ اور وضو کر اور مسجد میں جاکر نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر اپنے مالک و خالق کے سامنے نہیں گرتا۔ وہ اڑا دیئے جانے کے قابل ہے۔ جو سر اپنے خدا کے حضور نہیں گرتا وہ کس کام کا۔ ایسا مغرور سر اتار کر ہانڈی کے نیچے جلائے جانے کے قابل ہے۔"

اب ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھلی کھلی اور صاف صاف اور واضح واضح ہدایات کے سامنے کس طرح انکار کی گنجایش ہو سکتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گرنتھ صاحب کے ان شلوکوں پر چلنے کی توفیق دے۔ تاکہ ہم اس سے روگردانی کرنے سے اس سزا کے مستحق نہ ٹھہریں۔ جو روگردانی کرنیوالوں کے لئے جو سزا مقرر کی گئی ہے۔

کلمہ طیبہ اور باوا صاحب

کلمہ شریف مسلمانوں میں ایمان کی روح مانا گیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب کلمہ طیبہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ جنم ساکھی صفحہ ۲۲ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

کلمہ اک یاد کر اور نہ بہا کہو بات!
نفس ہوائی رکن دین تس سہی ہوئیں مات

باوا صاحب فرماتے ہیں ایک کلمہ طیبہ کا ہی بار بار ورد کرو۔ اور باتوں کا خیال ترک کر دو۔ کیونکہ نفسانی خواہشات اس کلمہ طیبہ سے ہی دور ہو سکتی ہیں۔

اس جگہ دیکھو حضرت باوا صاحب نے کلمہ طیبہ کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ اسی جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۱۴۲ میں یہ بھی صاف لکھا ہوا ہے کہ اس کلمہ سے مراد کونسا کلمہ ہے۔ چنانچہ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

پاک پڑھو کلمہ رب دا محمد نال ملائے
ہو معشوق خدا ئیدا ہو یا تل الیہہ

خداوند تعالیٰ کا کلمہ طیبہ پڑھو۔ وہ کونسا کلمہ جس کے آگے محمد صلے اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کا اسم مبارک ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کیونکہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا کا نہایت ہی پیارا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا:۔

پھر باوا صاحب آگے چلکر یہ فرماتے ہیں کہ ایسا پاکیزہ کلمہ طیبہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے۔ سو باوا صاحب فرماتے ہیں۔ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۱۴۲

توریت۔ زبور۔ انجیل ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل جگ میں پردان

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل کے علاوہ ویدوں کا بھی مطالعہ کیا گیا۔ اس وقت اگر کوئی کتاب دنیا کے لئے نجات کا موجب ہو سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اور کوئی کتاب نہیں۔

اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھکر اور کونسا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ان دلایل کے سامنے ایک حق جو انسان کی روح فوراً پکار اٹھے گی کہ حضرت باوا صاحب ایک راسخ الاعتقاد مومن تھے۔

KHILAFAT LIBRARY

سکھوں کی طرف پردہ نسوان کی ضرورت کے متعلق آواز

(سردار ایشر سنگھ صاحب فیروز پوری لکھتے ہیں)

ایک بیوی بدصورت ہوکر بھی اپنے خاوند کیلئے باعث راحت ہو سکتی ہے۔ ایک ایسی بے علم ہوکر بھی اپنے مرد کے لئے مرغوب قلب ہو سکتی ہے۔ ایک جورو بدتمیز ہوکر بھی اپنے آدمی کیلئے منظور نظر ہو سکتی ہے۔ ایک زوجہ بے وقوف اور جاہل ہوکر بھی اپنے شوہر کیلئے موجب خوشی و آرام ہو سکتی ہے۔ اور تو اور ایک بانجھ استری بھی اپنے پتی کے ساتھ اس دنیا میں زندگی کے دن گزار سکتی ہے۔ مگر ایک بدچلن عورت کیلئے نہ تو اس کے سسرال کے پاس جگہ ہے نہ والدین کے ہاں قیام کی اجازت۔ اور سچ پوچھو تو وہ ملعون دونوں جہاں سے نام و نشان مٹا دینے کے قابل ہے۔

یہ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے۔ اور کئی اقوام نے تسلیم کیا ہے کہ بدچلنی اور بے پردگی **دونوں لازم اور ملزوم ہیں**۔ یعنی جہاں پردہ ہوگا۔ وہاں کی خواتین نیک سیرت پاکدامن اور حد درجہ کی شریف ہونگی جہاں پردہ نہ ہوگا وہاں کی مستورات اکثر بدچلن بے حیا اور بے ادب ہوں گی۔" (خالصہ اخبار)

ایڈیٹر نور کا سکھوں سے مباحثہ

اور

اس پر ایڈیٹر الفضل کا ریویو

KHILAFAT LIBRARY

مکرمی منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل ۲۰ مارچ کے الفضل میں لکھتے ہیں:-

۱۸ و ۱۹ تاریخ کو قادیان میں سکھوں کا جلسہ تھا جس پر ان کے خاص لیکچرار اور گیانی آئے ہوئے تھے ۱۸ تاریخ کو ایک لیکچرار بھائی گنگا سنگھ صاحب نے باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ماسٹر محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور سے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس کیلئے مدرسہ احمدیہ کا ایک کمرہ تجویز ہوا۔ اور گفتگو کے لئے یہ قرار پایا کہ ماسٹر محمد یوسف صاحب آدھ گھنٹہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے پر دلایل لکھیں اور ۱۵ منٹ میں سناویں۔ اس کے بعد بھائی گنگا سنگھ صاحب آدھ گھنٹہ میں اس کا جواب لکھیں اور ۱۵ منٹ میں سناویں۔ اس کا جواب الجواب ماسٹر محمد یوسف صاحب اتنے عرصہ میں لکھیں اور سناویں اور بحث ختم ہو۔

طرفین نے جانے دعوے کیلئے گرنتھ صاحب کو تسلیم کیا۔ اور تائید کیلئے سکھ مذہب کی دوسری کتب سے حوالجات پیش کرنے کو جائز قرار دیا۔ اس قرارداد کے مطابق بحث شروع ہوئی۔ اور اگرچہ جناب ماسٹر صاحب کے جواب الجواب سنانے کے بعد حسب شرایط مباحثہ ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن جناب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری نے جو ہماری طرف سے پریذیڈنٹ تھے کہا۔ کہ ہم بھائی گنگا سنگھ صاحب کو ۱۵ منٹ اور دیتے ہیں کہ وہ ماسٹر صاحب کے جواب کے بارے میں جو کچھ کہنا چاہیں کہیں۔ اسی طرح ماسٹر صاحب کو بھی دس منٹ دیئے جائینگے۔ اس پر بھائی گنگا سنگھ صاحب نے جو تحریری جواب کی بجائے تقریر کرنی پسند کرتے تھے اٹھکر تقریر کرنی شروع کی۔ اور

باوجود اس کے کہ ان کا نصف وقت بھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی وہ ان تمام سوالوں کا جواب دے سکے تھے جو ماسٹر صاحب نے پیش کئے تھے۔ بیٹھ گئے۔ ماسٹر صاحب نے اٹھکر نہایت زوردار الفاظ میں اپنے پہلے مطالبات کو پھر دہرایا۔ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کے متعلق جو قوی دلایل پیش کئے تھے ان کے توڑنے کا مطالبہ کیا۔ نیز اپنی تمہید میں گرو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی وغیرہ سے جو پہلے دلایل پیش کئے تھے مکرر پیش کرکے ثابت کیا کہ حضرت نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے۔

اس کے بعد دس دس منٹ دیئے گئے۔ لیکن بھائی گنگا سنگھ صاحب آخری وقت میں ۔ ابھی منٹ بھی اپنی تقریر کو جاری نہ رکھ سکے۔ اور ابھی کچھ منٹ باقی تھے۔ کہ بیٹھ گئے۔ پھر ماسٹر صاحب کی آخری تقریر ہوئی اور جلسہ برخواست ہوا۔

چونکہ مباحثہ تحریری تھا۔ اس لئے امید ہے کہ اس کی مفصل روئداد اخبار نور میں شایع ہوگی۔ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ہم بھائی گنگا سنگھ صاحب اور دوسرے سکھ صاحبان کے مشکور ہیں کہ انہوں نے نہایت آرام اور سکون کے ساتھ ماسٹر صاحب کے بیان کو سنا۔ لیکن ساتھ ہی افسوس بھی ہے کہ ایک لیکچرار صاحب نے جنکا نام بھائی بدھ سنگھ صاحب ہے۔ رات کو اپنے لیکچر میں ہمارے متعلق ایسے ناشایستہ اور نازیبا الفاظ استعمال کئے جو شرافت سے بہت بعید تھے۔ اور کسی شریر النفس لڑکے کے کنکر پھینکنے کو آڑ بناکر اپنی زبان درازی کا نشانہ ان لوگوں کو بنانے لگ گئے۔ جن کی نوازش اور مہربانی سائبانوں کے لباس میں ان کے سر پر جلوہ فگن تھی:-

اس وقت انہیں اتنا تو غور کر لینا چاہیئے تھا کہ وہ لوگ جو اپنے سائبان نہایت فراخ حوصلگی سے دے سکتے ہیں۔ اپنی کسی ایسی ناشایستہ حرکت کا الزام لگانا جس کا ثبوت وہ اپنے پاس نہ رکھتے کہانتک شرافت کے قرین تھا

لیکن افسوس ہے کہ بھائی بدھ سنگھ صاحب نے بغیر اس امر کی تحقیق کئے کہ کس نے کنکر پھینکا۔ اندھا دھند جوش دکھلانا شروع کر دیا۔ اگر کسی نے کوئی کنکر پھینکا تو ہم اسکی اس حرکت کو بہت برا اور قابل سرزنش سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتا دینے ہیں کہ ہماری جماعت کا کوئی بچہ بھی اس امر کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ پھر معلوم نہیں بھائی بدھ سنگھ صاحب نے اسے کیوں ہماری طرف منسوب کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپنے اس خفت اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے جو مباحثہ کے وقت بھائی گنگا سنگھ صاحب کیطرف بیٹھ کر انہیں ہوئی تھی یہ کوشش کرنی چاہی تھی۔ لیکن اسمیں انہیں بجائے کامیابی کے اور زیادہ ناکامی ہوئی۔ البتہ اپنی زبان کی تیز چھری سے ہمارے دلوں کو زخمی کرنے اور ہماری صبر آزمائی کا نظارہ دیکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

سکھوں سے مباحثہ کے متعلق قادیان کے سناتنی ہندؤں کی رائے

سکھوں کے ساتھ مباحثہ کی نسبت آپ کرم ایڈیٹر الفضل کی رائے تو ملاحظہ فرما چکے ہیں اب آپ ذرا قادیان کے سناتنی دوستوں کی بھی گواہی ملاحظہ فرمائیں مباحثہ کے دوسرے روز خاکسار معہ سید عبد المجید صاحب سب پوسٹماسٹر قادیان اور منشی نعمت اللہ خانصاحب ہیڈ کلرک مدرسہ احمدیہ صبح کے وقت سیر کو جا رہے تھے تو قادیان کے ایک شریف سناتن دھرمی پنڈت میلا رام صاحب جو قادیان کے سناتنی دوستوں میں بلحاظ اپنی شرافت و نجابت کے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں مجھے ملے جو شروع سے لیکر آخر تک مباحثہ میں شریک رہے تھے۔ آپنے فرمایا کل آپنے ہم سب لوگوں کو محو حیرت کر دیا۔ جس عمدگی اور صفائی کیساتھ آپنے سکھوں پر نمایاں کامیابی حاصل کی وہ آپکا ہی کام تھا۔ اور سکھوں نے اپنی کمزوری کو اس قدر محسوس کیا کہ باقی جو دو روز جلسہ ہوتا رہا اس میں سوائے آپکے ذکر خیر کے انہوں نے اور کوئی بات نہیں کی۔ اس سے دوسرے روز مجھے جناب پنڈت جگیش صاحب جو جناب پنڈت میلا رام صاحب کے برادر اکبر ہیں مجھے ملے اور فرمایا کہ جن مضبوط دلایل کیساتھ آپنے سکھوں سے مباحثہ کیا اور جس عمدگی کیساتھ آپ نے انہیں قایل کیا وہ آپکا ہی کام تھا اور میں نے خصوصیت سے مولوی غلام محمد صاحب (جو خاکسار ایڈیٹر نور کے استاد ہیں) کو مبارکباد دی۔ غرضکہ یہ اللہ تعالیٰ کا

لاکھ لاکھ فضل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ایسی نمایاں فتح عطا فرمائی کہ اپنے اور بیگانے سب نے اس امر کو تسلیم کیا کہ سکھوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے خاکسار ایڈیٹر نور کو نمایاں فتح دی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹر نور کا کلاس والا میں مباحثہ اور آریوں کو شکست فاش

KHILAFAT LIBRARY

کلاس والا ضلع سیالکوٹ میں تقریباً سب کے سب ہندو آریہ ہیں۔ سناتنیوں کے صرف دو چار ہی گھر ہونگے۔ یہاں ہر سال آریہ سماج کا جلسہ دہوم دہام سے ہوتا ہے۔ مگر اب کی دفعہ بہت تیاری اور انتظام سے کام لیا گیا تہا۔ اور اپنے جلسہ کو بارونق بنانے کے لئے آریہ سماج نے ہر ممکن سے ممکن ذریعہ سے کام لیا۔ اور دور دراز فاصلہ سے لیکچرار منگوائے گئے۔ اپنے لیکچراروں کے بل بوتے پر غیر معمولی طور سے مسلمانوں کو مباحثہ کے لئے بہی للکارا اگرچہ وہاں غیر احمدی بہی رہتے ہیں۔ مگر ان کو اتنی طاقت کہاں کہ آریوں کا مقابلہ کر سکیں۔ آخر وہاں کے دو چار غریب احمدیوں کی رگ حمیت پہڑکی۔ انہوں نے آقائے نامدار حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں آریہ سماج سے مباحثہ کے لئے آدمی بہیجنے کے واسطے درخواست کی۔ اور حضرت اقدس نے خاکسار ایڈیٹر نور کو مباحثہ پر جانے کے لئے حکم فرمایا:

کلاس والا پہونچکر معلوم ہوا کہ مباحثہ کیلئے تین مضامین مقرر ہو چکے ہیں۔ (۱) کیا آریہ دہرم عالمگیر ہے (۲) کیا نیوگ فطرت کے مطابق ہے (۳) قرآن مجید اسماء حسنیٰ بیان کرتا ہے یا وید؟۔

ہر ایک مضمون کے لئے دو دو گھنٹے مقرر تہے۔ مگر ہمارے پہونچنے پر آریہ سماج والوں نے کہا کہ ہم صرف دو گہنٹہ دے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور ان گہنٹوں میں مضامین تین ہی رہینگے۔ یعنی فی مضمون بجائے دو گہنٹہ کے ہم صرف ۴۰ منٹ دینگے۔ اور وہ بہی آپ کے بولنے کیلئے صرف ۲۰ منٹ۔ ہم حیران کہ خدایا کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ اتنی دور سے چلکر آئے۔ اور قیمتی وقت خرچ ہوا۔ اب یہ بجائے ۶ گہنٹہ کے دو گہنٹہ دے رہے ہیں۔ آخر ہمنے آریہ سماج کے سامنے یہ سوال رکھا کہ اگر آپ چھ گھنٹہ کی بجائے ۲ گھنٹہ ہی وقت دینا چاہتے ہیں۔ تو بجائے تین مضمونوں کے ایک ہی مضمون رہنا چاہیئے۔ اسے آریہ سماج نے مان لیا۔ اور مضمون زیر بحث قرار پایا کہ کیا آریہ دہرم عالمگیر ہے۔

خدا خدا کرکے سوا چار بجے بحث شروع ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف سے خاکسار ایڈیٹر نور مناظر مقرر ہوا۔ اور آریہ سماج کیطرف سے مہاشہ چرنجی لعل پریم۔

پہلے مجہے دس منٹ اعتراض کیلئے دیئے گئے۔ اور پہر دس منٹ مہاشہ چرنجی لعل پریم کو جواب کیلئے۔ اس کے بعد پانچ پانچ منٹ کی ٹرن قرار پائی۔

میں نے اول کہڑے ہو کر کہا کہ "کیا آریہ دہرم عالمگیر ہے" کے سوال پر ہم دو طرح سے بحث کر سکتے ہیں۔ اول اس طرح کہ کیا آریہ سماج سے باہر رہتے ہوئے ہم آریہ دہرم میں ایسی خوبیاں پاتے ہیں جو ہمیں اپنی طرف راغب کر سکیں۔ دوم یہ کہ کیا آریہ سماج کے اندر رہ کر ہم ایسی خصوصیتیں دیکہتے ہیں کہ آریہ سماج انار یہ لوگوں کو جذب کر سکے۔ یا بہ الفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ آریہ سماج کا اپنوں سے کیا سلوک ہے اور غیروں سے کیا برتاؤ؟۔

سو اس کے لئے آج ہم آریہ سماج کی کتب کی اوراق گردانی کرتے ہیں اور دیکہتے ہیں کہ آریہ سماج کی کتب ہمارے سامنے ان ہر دو پہلوؤں کے متعلق کیا تعلیم پیش کرتی ہیں ہم ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۰۳ پر یہ لکہا پاتے ہیں:۔

"جو بے رو رعایت انصاف کا رویہ سے موصوف ایشور کے احکام ویدوں کے خلاف نہیں ہیں۔ وہ دہرم اور جو ویدوں کے مخالف ہیں وہ ادہرم ہیں"

اب سوامی دیانند صاحب نے یہ دہرم اور ادہرم کی تعریف بیان کی ہے۔ اگر یہ بات یہاں تک ہی محدود رہتی تو کوئی ہرج نہ تہا۔ کیونکہ ہر ایک مذہب والا دوسرے مذاہب والوں کو تقریباً ایسے ہی الفاظ میں یاد کیا کرتا ہے۔ کیا ہوا اگر ویدوں کے مخالف عقیدہ رکہنے والے کو ادہرمی کہدیا گیا۔ مگر جو بات سب سے زیادہ تکلیف دہ اور دلمیں کہیں پیدا کرنے والی ہے۔ وہ دہرم اور ادہرم کی اس قدر تعریف کرنیکے بعد سوامی دیانند صاحب نے ادہرمی لوگوں کے لئے جو فتوی دیا ہے۔ وہ انگشت بدندان کر دینے والا ہے۔ آپ حیران ہونگے کہ وہ ششدر کر دینے کی کونسی بات ہے۔ لیجئے اس کو بہی سنئے۔ سوامی دیانند جی اسی ستیارتھ پرکاش کے ۲۴۴ صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"ادہرمی خواہ سب سے بڑہکر صاحب وسیلہ ہو نہایت طاقتور اور صاحب لیاقت بہی ہو تو بہی اسکی بربادی تنزل و تخریب میں لگا رہے یعنے جہانتک ہو سکے وہاں تک اُنکی طاقت کو کم کرے۔"

اب قابل غور سوال یہ ہے کہ جب آریہ سماج انار یہ لوگوں کو اس نظر سے دیکہتی ہے تو بتلاؤ کہ ایک غیر آریہ کو آریہ صاحبان کا یہ سلوک اپنی طرف راغب کر سکتا ہے؟"

اس پر اپنی باری میں مہاشہ پریم نے کہا کہ یہ تو ایک معمولی سی بات ہے۔ وہ کون آدمی ہے جو سچائی سے پیار نہ رکہے جہوٹ بولنا بُرا نہ سمجہے اور بدکرداریوں کو روا رکہے اس لئے وہ کام جو ویدوں کے مخالف ہیں۔ مثلاً جہوٹ بولنا جوا کہیلنا۔ سچائی سے پیار نہ رکہنا۔ بدکرداریوں سے لگاؤ رکہنا۔ وہ کونسا مذہب ہے جو ایسے لوگوں کی ترقی چاہتا ہو؟ اس لئے اگر ویدوں نے یہ کہدیا کہ ایسے لوگوں کی تخریب اور بربادی میں لگے رہنا چاہیئے۔ تو فرمایئے اس پر کونسا اعتراض آسکتا ہے؟"

ایڈیٹر نور "مہاشہ جی جہوٹ نہ بولنا۔ جوا نہ کہیلنا صرف یہی ویدوں کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اسکے علاوہ ویدوں کی کچہ اور تعلیم بہی ہے۔ [illegible] آپ اس شخص یا ان لوگوں کی بربادی از انتخاب کے درپے رہینگے۔ آپ پوچہینگے وہ کونسی آریہ سماج کی انوکہی اور نرالی تعلیم ہے جسے سوائے آریوں کے اور کوئی مذہب ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اس کے نہ ماننے کی پاداش میں آریہ سماج کے نزدیک وہ لوگ تخریب اور بربادی کے مستحق ہیں۔ یا ترقی کے وہ بہی [illegible] سن لیجئے۔ اس تعلیم کا نام نیوگ ہے جسے آریہ سماج وید کا مقدس مسئلہ مانتا ہے۔ مگر سناتنی۔ جینی۔ بدہ۔ برہمو۔ سکہ۔ عیسائی۔ موسائی۔

KHILAFAT LIBRARY

مسلمان وغیرہ دور سے ہی اس مسئلہ کو سلام کرتے ہیں۔ نہیں نہیں اسی پربس نہیں ہے اور سنیئے:۔

سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۳۔ ایڈیشن سوم میں فرماتے ہیں

"جو ویدوں اور شاستروں کو نہ مانے اس کو ذات سے خارج کردیں۔ کیونکہ وہ دہریہ ہے"

پیارو اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ ہم ان لوگوں سے نہیں جو اس یا اُس قسم کے لفظ سے گھبرانے والے ہوں کیا ہُوا اگر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنیوالے مسلمان ست سری اکال کا جیکارہ بلانیوالے سکھ صاحبان کو ایشور سے کام بھر نیوالے برہموؤں کو پیارا خداوند پیارا خاوند کی صدا بلند کرنے والے مسیحی صاحبان وغیرہ کو بھی دہریہ کہدیا گیا ہمیں اس سے گھبراہٹ نہیں۔ گھبراہٹ صرف اس سلوک پر ہے جو دہریوں کی تعریف کرنے کے بعد ان کے لیئے روا رکھا گیا ہے۔ اس کے لیئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۹ پر لکھا ہے:۔

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کی بنائی ہوئی کتابوں کو نہیں مانتا۔ اس وید کے منکر کو ذات وجماعت اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے"

صرف اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ ذرا اور سنیئے۔ رگ وید بھاشی مطبوعہ سمت ۱۹۲۳ بکرمی صفحہ ۲۰۲ پر سوامی صاحب فرماتے ہیں:۔

"جو ناستک نندک وادھورت منش ہیں وے سب ہم لوگوں کے تو اس استھان سے دور چلے جاویں۔ کنتو نشچے کرکے اور دیشوں سے بھی دور ہو جاویں۔ ارہتات ادھرمی پرش کسے دیش میں بھی نہ رہنے پاویں"

مطلب:۔ جو ویدوں کے نہ ماننے والے دہریہ لوگ ہیں وہ سب ہماری جائے رہائش سے دور چلے جاویں نہ صرف ہماری جائے رہائش سے ہی بلکہ دیگر ممالک سے بھی دور ہو جاویں۔ نہ صرف دیگر ممالک سے ہی بلکہ وہ صفحہ ہستی پر بھی نہ رہنے پاویں" کیوں مہاشہ جی کیا یہ تعلیم عالمگیر ہوسکتی ہے؟۔

اس پر میرے مہربان مہاشہ چرنجی لعل پریم بہت چیں بہ جبیں ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ تم ستیارتھ پرکاش کے حوالجات ہی دیتے ہو بہتر ہوتا کہ کوئی وید کا بھی حوالہ دیتے۔ مگر وید تو دیکھا تک نہیں حوالہ کہاں سے دیتے کیا ہُوا اگر ستیارتھ پرکاش میں یہ کہا گیا کہ ادھرمی لوگوں کو اپنے قریب نہیں رہنے دینا چاہیئے۔ مگر قرآن مجید میں تو اس سے بھی بڑھکر تعلیم دیگئی ہے۔ وہاں تو یہ لکھا ہے "کہ مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ" مگر ہمارے ہاں تو صرف یہی لکھا ہے کہ ادھرمی لوگوں کو اپنے قریب نہ رہنے دو آپ کے ہاں جان سے مارنے سے دریغ نہیں کیا گیا"

ایڈیٹر نور۔ مہاشہ جی بہتر ہوتا جس جگہ یہ لکھا ہُوا ہے کہ مارو مشرکوں کو ذرا اس کا سیاق وسباق بھی ملاحظہ فرمالیتے جہاں یہ صاف لکھا ہے کہ لڑو ان مشرکوں سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ بیشک قرآن مجید کا ایک ایک صفحہ دیکھہ جائیے آپ کہیں بھی نہ پائینگے کہ اشاعت دین کے لیئے کہیں سختی کا حکم دیا گیا ہو۔ بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید فرماتا ہے:۔

لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین میں کوئی زیادتی نہیں۔ جس کا دل چاہے قبول کرے۔ جس کا دل چاہے نہ کرے پھر فرمایا۔ وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر:۔ تو کہدے کہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے پس جو چاہے اس کو مانے اور جو چاہے نہ مانے

پھر فرمایا:۔ قل یایھا الناس قد جاءکم من ربکم فمن اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ الخ۔ کہدے اے لوگو! بتحقیق آگیا حق تمہارے رب کی طرف سے جو ہدایت پاتا ہے۔ اس کا فایدہ اسکی جان کو ملتا ہے اور جو سیدھی راہ چھوڑتا ہے۔ اس کا نقصان اسکی جان کو ہے۔ اور میں تمپر کوئی کارساز نہیں ہوں۔ دیکھو مہاشہ جی! یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم۔ دنیا میں کوئی مذہب بھی اس طرح صلح اور آشتی کا دامن وسیع نہیں کرتا؟

ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارا مباحثہ آریہ سماج سے ہے۔ اور آریہ سماج ستیارتھ پرکاش کو اپنی مسلمہ کتاب مانتا ہے۔ مگر میرے دوست مہاشہ چرنجی لعل پریم کہتے ہیں کہ کوئی وید کا حوالہ لاؤ۔ اگر ستیارتھ پرکاش کے حوالہ سے میرے دوست کی تسلے نہیں ہوئی۔ تو لیجیئے صاحب وید کا حوالہ بھی حاضر ہے:۔

رگوید اشٹک اول ادھیاے ۷ ورگ ۱۰ کے منتر آٹھ کا دکھیان:۔

"جو ناستک ڈاکو چور بشواش گھاتی دشٹے سمٹ ھنسا آدی اُتم کرموں میں بگھن ڈالنے والے ہیں۔ سوارتھی ہیں۔ وید و ودیا ورد دہی انار یہ منش ہیں ان سب ڈشٹوں کو مول سمیت نشٹ کر دیا"

مطلب:۔ ویدک ایشور کا حکم ہے کہ جو لوگ بیوقوف اَن پڑھ ہیں۔ خود غرض اور گوشت خور ہیں ویدک علوم کے مخالف ہیں وہ دہریہ ہیں۔ انہیں جڑوں سمیت غرق کردو"

دیکھا مہاشہ جی وید مقدس میں کیسی رحمدلی کی تعلیم ہے۔ صرف اسی پربس نہیں ہے۔ ذرا آگے اور ملاحظہ فرمایئے اسی منتر کے آگے یہ لکھا ہے:۔

"جن لوگوں نے برہمچریہ اور گرہست دان پرستیہ وغیرہ نہ رکھا ہو یعنے جنہوں نے مجرد اور گرہستی اور فقیری وغیرہ ان تینوں کو باری باری دھارن نہ کیا ہو۔ ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں اور یا ہمارے غلام ہوکر رہیں۔ یا ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے یعنی جو لوگ بیاہ کرانے کے بعد فقیر نہیں بنتے۔ ایسے لوگ یا تو آریہ سماجی بن جائیں یا آریہ سماج کے چاکر ہوکر رہیں۔ یا اپنی زندگی سے جواب سمجھیں۔ بتلاؤ سکھو عیسائیو۔ سناتنیوں۔ مسلمانو اب تمہاری کیا دلیل ہے"

مہاشہ چرنجی لعل پریم میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ کسی ایک مسئلہ پر بحث ہوگی۔ یہاں تو حوالجات کے انبار رکھہ دیئے گئے مگر ہمارے دوست نے بجائے کسی حوالہ کی تردید کرنیکے ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کردیئے۔ یہ دیکھہ کر آریہ سماج کے پریذیڈنٹ نے کھڑے ہوکر کہا کہ اب مہاشہ چرنجی لعل پریم کی بجائے دوسرے مہاشہ بحث کیلیئے کھڑے ہونگے"

ہم اس امر سے انکار نہیں کرسکتے کہ مہاشہ چرنجی لعل پریم نے جب تک مناظرہ کیا تہذیب اور محبت کیساتھ تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اس کے بعد آریہ سماج نے دہرم دیر کو

گھر گیا یہ دہرم دیر وہی ذات شریف ہے - جس نے پچھلے سال جبل پور میں مولوی ثناء اللہ سے مباحثہ کیا تھا - اول تو مسافر آگرہ کا سارا خاندان ہی مشہور زبان دراز ہے - مگر اس خلف شریف نے اپنی گندہ دہنی میں اپنے بڑوں کو بھی مات کر رکھا ہے - لطف کی بات یہ کہ جب ہم کھڑے ہوئے - تو پردہاں آریہ سماج کی طرف سے کہا گیا کہ اب ویدک دہرم عالمگیر کی بجائے کوئی دوسرا مضمون لینا چاہیئے - ہمنے کہا کہ پہلے اس کا تصفیہ ہو جائے - اس کے بعد کوئی دوسرا مضمون لیا جا سکتا ہے - مگر آریہ سماج خوب سمجھتا تھا کہ اس میں تو سراسر ناکامی ہے - اس لئے انہوں نے اس سے پہلو تہی کرنی شروع کی - آخر لے دے کر دوسرا نیوگ کا مسئلہ گفتگو کے لئے قرار پایا - جس پر اس طرح بحث شروع ہوئی :-

ایڈیٹر نور :- اپنے خاوند کے جیتے جی بدوں قطع تعلق کسی دوسرے کے پاس جانا یہ عرف عام اور قانون میں نہایت ہی قابل اعتراض فعل ہے -

دوم :- ہر ایک مشتق اپنے مصدر کی طرف لوٹتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ نیوگی نطفہ سے پیدا ہوا بچہ نیوگی کی اولاد نہیں سمجھا جاتا ہے - حالانکہ وہ اس کے نطفہ سے ہوتا ہے " اس کے بعد دہرم دیر نے علاوہ اور بہت سی یاوہ گوئی کے کہا کہ نیوگ محض اولاد کے لئے کیا جاتا ہے - اس میں کسی قسم کی بدکاری یا شہوانی مادہ کو دخل نہیں ہوتا - دوم نیوگی خاوند بیرج داتا کہلاتا ہے - چونکہ وہ بیرج (نطفہ) دان (خیرات) دیتا ہے اسلئے اس دان پر اس کا کوئی دخل نہیں رہتا "

ہم نے اس کی یاوہ گوئی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اگر نیوگ محض اولاد کے لئے ہے - تو پھر سوامی صاحب نے ستیارتھ پرکاش صد۱۲۹ میں یہ کیوں لکھا ہے کہ :-

" ایک بیوہ عورت دو اولاد اپنے لئے اور دو دو دیگر چار نیوگ شدہ مردوں کے لئے پیدا کر سکتی ہے - اور ایک رنڈوا مرد بھی دو اولاد اپنے لئے اور دو دو دیگر چار بیوگان کے لئے پیدا کر سکتا ہے اسی طرح سب کو دس دس اولاد پیدا کرنے کی اجازت ہے "

اب خیال کرو کہ اگر محض اولاد کیلئے نیوگ تھا تو کیا ایک لڑکا اولاد نہیں دو لڑکے اولاد نہیں - دس تک کی اجازت چہ معنے دارد ؟

KHILAFAT LIBRARY

آریہ مہاشہ نے اٹھکر ہاتھ پاؤں بہت مارے مگر قطعاً اس کا کوئی جواب نہ دے سکا - ہاں اپنی گندہ دہنی سے محفل میں بدمزگی پیدا کرتا رہا - بعدازاں یہ کہکر اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا کہ نیوگ محض اولاد کے لئے ہے اور وہ بھی سخت اضطراری کی حالت میں - اور شہوانی غلبہ یا کسی اور نیت سے نیوگ کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں دی گئی !-

ایڈیٹر نور :- سنئے مہاشہ صاحب سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش صد۱۵۲ - میں فرماتے ہیں :-

" جب ایک بیاہ ہوگا ایک مرد کے لئے ایک عورت - اور ایک عورت کے لئے ایک مرد ہوگا - اس عرصہ میں عورت حاملہ دایم المریض یا مرد دایم المریض ہو جائے اور دونوں کا عالم شباب ہو اور رہا نہ جائے تو پھر کیا کریں ؟ "

جواب :- اس کا جواب نیوگ کے مضمون میں دے آئے ہیں - اگر حاملہ عورت سے ایک سال تک صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دایم المریض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے تو کسی سے نیوگ کریں "

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نیوگ علاوہ اولاد کے اور غرض کے لئے بھی ہے -

دھرم ویر نے علاوہ اور بہت سی گندہ دہنی اور یاوہ گوئی کے یہ کہا کہ دیکھو اس جگہ جملہ شرطیہ ہے کہ اگر اس سے رہا نہ جائے تو وہ ایسا کرے - اضطراری حالت کی بات ہے "

ایڈیٹر نور :- دیکھو اب مطلقاً اولاد کا سوال تو جاتا رہا - اب " رہا نہ جائے " پہ بات آرہی - مگر ایک مرد کسی غیر عورت کے پاس جا کر ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے - جسے عام بول چال میں زنا کہتے ہیں - تو کیا وہ یہ کہکر کہ مجھ سے رہا نہیں گیا تھا - قانونی گرفت سے بچ جائیگا پھر ایک شخص غریبی کے ہاتھوں سے تنگ ہے اس سے رہا نہیں جاتا وہ رات کو کسی کے گھر جا کر سیندھ لگاتا ہے تو کیا اس کے یہ کہنے پر کہ مجھ سے رہا نہیں جاتا تھا قانونی گرفت سے آزاد ہو جائے گا - ایک آدمی کے پاس پگڑی نہیں اس کے سر کو سخت سردی لگتی ہے اور اس سے رہا نہیں جاتا اور وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرنیکے لئے بھلے لوگوں کی پگڑیاں اتارنی شروع کر دیتا ہے - تو کیا اس کی یہ ناروا حرکت " رہا نہیں جاتا " کی آڑ اسے قانونی گرفت سے بچا سکیگی قطعاً نہیں - باقی آپکا یہ کہنا کہ نیوگ اضطراری حالت میں جائز ہے - ذرا اسکے متعلق سوامی دیانند صاحب کا ارشاد سن لیجئے گا -

شری سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے صد۱۴۵ پر فرماتے ہیں کہ :-

" عورت اور مرد کی پیدائش کا یہی مدعا ہے کہ وہ وید کی تعلیم کے مطابق بیاہ یا نیوگ سے اولاد پیدا کریں "

اب اس جگہ سوامی صاحب نے انسانی زندگی کی علت غائی یہ بتلائی ہے کہ وہ نیوگ کرے - اب اضطراری اور علت غائی میں زمین و آسمان کا فرق ہے - علت غائی وہ چیز ہے جس کا کرنا ازبس ضروری اور لازمی ہے - اضطراری وہ حالت ہے کہ مجبوراً قہر درویش بجان درویش کسی چیز کو کیا جائے - سوامی دیانند صاحب نیوگ کو اضطراری حالت کا فعل نہیں بتلاتے - بلکہ انسانی زندگی کی علت غائی قرار دیتے ہیں -

اس کے بعد اپنے ہاں مولانا مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کی صداقت اسلام پر زبردست تقریر ہوئی اور آریہ دہرم پر خاکسار کا ایک لیکچر ہوا - حاضری نہایت اچھی تھی - جس میں غیر احمدی اور سکھ اور سناتنی بھی کثرت سے تھے - جن پر نہایت عمدہ اثر ہوا

آریہ دہرم کا پول :- آریہ مذہب سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے بہترین کتاب ہے - اسکی خوبی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کہ ایک سکھ سردار نے اسکی چار صد کاپیاں دفتر نور سے خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کیں

قیمت صرف ۱ر ملنے کا پتہ دفتر نور قادیان

یتیموں کی آہ

(اقتباس از شام زندگی)

مولانا راشد الخیری کی قلم سے

شوہر کیطرف سے اطمینان ہونیکے بعد نسیمہ کو اب کوئی فکر نہ تھا۔ بچہ کا صدمہ بھی زائل ہو چکا تھا۔ ہاں یہ خیال اکثر اسکے دلمیں کھٹکتا کہ وہ پھوپھی کی خدمت جسقدر اسکے کرنی چاہیئے تھی نہ کر سکتی تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ اگر دس پانچ روز کیا اور چار پانچ مہینے بھی متواتر وہاں جا کر رہتی تو قسیم اتنا دب گیا تھا کہ خواہ تکلیف ہوتی ناخوش ہوتا مگر زبان سے اُف نہ کرتا۔ لیکن نسیمہ تو وہ بیوی تھی جس نے تمام عمر شوہر کو شکایت کا موقعہ ہی نہ دیا۔ دل ضرور تڑپتا طبیعت بیشک بے چین ہوتی مگر صبر کرتی۔ اور ضبط کرتی جاتی تھی کہ میرے باہر قدم دھرتے ہی سارا گھر چوپٹ ہو جائیگا۔ نندیں گو موجود ہیں مگر پھر لڑکیاں ہیں بھائی کو پورا آرام ہرگز نہ پہونچا سکیں گی۔ آٹھویں دسویں جاتی۔ صبح گئی دن بھر رہی پھر شام کو آگئی۔ یہاں بھی کوئی خاص کام اس کے سپرد نہ تھا۔ مگر سب سے زیادہ تو دونوں نندوں کی حفاظت ایک ایسی ذمہ واری تھی جس نے اس کو قید کرکے بٹھا دیا۔ دن بھر کو بھی جاتی تو میاں کو گھر میں بٹھا کر۔ ساس کی وصیت کے علاوہ وہ خود بھی ان بچیوں سے کچھ ایسی محبت کرتی تھی کہ شاید ماں بھی کرتی تو اتنی ہی کرتی۔ بڑی رابعہ اب سولہویں برس میں تھی مگر ہندوستان کے موجودہ اسلامی تمدن نے جو لڑکیوں کی بے قدری کی ہے۔ اس سے یہ گھر بھی نہ بچا۔ دن ہوا ہوتے جاتے تھے اور کوئی جھوٹ موٹ آکر یہ بھی نہ پوچھتا تھا کہ اس گھر میں کوئی لڑکی ہے۔ امیر گھر کی بیٹی۔ کھائی پی اطمینان کی روٹی بے فکری کی نیند فیل کا فیل بنی ہوئی تھی۔ قسیم کو تو پرواہ بھی نہ تھی۔ مگر نسیمہ کا تو اسے دیکھ دیکھ کر خون خشک ہوتا تھا۔ چار طرف تلا لوپ ڈالی مشاطہ اور بیچ والیاں سب ہی سے کہا اور سنا۔ مگر سال پورا گزر گیا۔ اور ایک بات ڈھنگ کی نہ جڑی۔ خدا خدا کرکے اٹھارہویں برس بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا اور ایک پیغام آیا۔ خدا کی شان ہے جس لڑکی کے ساتھ دس ہزار کی جائداد دریا پار کا آدھا موضع اور ایک ایک کے بدلے چار چار زیور ہوں۔ اس کے خواستگار ایسے صاحبزادے ہوئے

عمر کے ادھیڑ صورت حبشی۔ مزاج کے خاصے سوا روپیہ کے نوکر تین بچوں کے باپ۔ لنگڑے رنڈوے۔ پردیسی۔

نسیمہ تو کھٹک گئی تھی۔ مگر پھوپھی نے کہا بیٹی کب تک بٹھاؤ گے۔ جوانی ڈھل رہی ہے۔ پھر کوئی اتنا بھی نصیب ہوگا۔ جس گھر میں دیکھو کوارکوٹ جمے ہوئے ہیں۔ بیٹیاں کیا ہیں جیو بیٹیوں کی ذبح ہیں۔ یہ ملتا نہیں بسم اللہ کرو۔

مجبور نسیمہ بھی راضی ہو گئی۔ قسیم بھی ایک ہفتہ کی چھٹی لیکر بہن کو وداع کرنے آ گیا۔ اس شادی کے اس حصہ سے بحث ہے جو نسیمہ سے متعلق ہے۔ وداع کے ایک روز قبل اس نے نند کو اپنے پاس بٹھایا۔

KHILAFAT LIBRARY

اور کہا:۔

رابعہ بیگم! میں تمکو اس کام کیواسطے جواب قدرت تمسے لینا چاہتی ہے۔ مدتیں ہوئیں کہ تیار کر چکی ہوں۔ مگر اب اس کام کی ایک شاخ ایسی نکلی ہے۔ جس کے متعلق میں تم سے آجتک گفتگو نہ کر سکی۔ بیٹی شادی میری ہو چکی اور تمہاری ہو رہی ہے۔ میں ماں بن چکی اور تم بنو گی۔ نہیں تم بیوی ہونے کے ساتھ ہی ماں بھی ہو گی۔ تمہارے تین بچے موجود ہیں۔ اور دنیا ایک اہم ذمہ واری کا کام تمہارے سپرد کر رہی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تم آئندہ چلکر اسے تکلیف سمجھو اور یہ یقین کر لو کہ بھاوج نے یہ جان کر کہ سوت اچھی اور سوت کے لیلڑے برے مجھ کو کوئیں میں جھونک دیا۔ لیکن نہیں میں ایمان سے کہتی ہوں کہ تم مجھے پیٹ کی بیٹی سے زیادہ ہو۔ مگر کیا کروں یقین کرنا ہوں اسی جھگڑے میں رہی ہوں۔ اور سہمی ہوں کہ کسی طرح تمکو دلہن بناؤں۔ میں کیا کروں تمہارا سنجوگ یہی تھا۔ اور یہ الو کہنا اختیار انہیں ہے۔ ماں باپوں کی سینکڑوں ہزاروں بیٹیاں سوکنوں اور ان کے بچوں کو بھر رہی ہیں۔ اور بیسیوں اللہ کی بندیاں ایسی نکلیں گی جنہوں نے اس مٹھوں زہر کو گلزار کر لیا۔ تم اگر ایمانداری سے کام کرو گی تو سمجھو گی۔ کہ بے ماں کے بچے تمہارے اپنے بچے ہیں۔ تو دونوں جہان کی خوبیاں تمہارے واسطے موجود ہیں۔ معصوم بچے بے قصور ہیں۔ نکاح کا ذمہ دار ان کا باپ ہے۔ وہ نہیں۔ بچے اسنے نفرت کیسی غلطی اور بیہودگی ہے۔ خدا اسے ان پر ایک ماں جیسی کردوسری اسلئے دی ہے کہ وہ بھولی ماں کو بھلا دے۔ ان کو چھاتی سے لگا دے۔ اور شفقت سے سلا دے۔ گر بہت سی کمبخت لڑکیاں اس جلاپے میں بڑھ کر دین اور دنیا دونوں برباد کر لیتی ہیں۔ دور کیوں جاؤ۔ اپنی پھوپھی زاد بہن ہی کو یاد کر لو۔ تم نے ان کو دیکھا تو ضرور ہوگا۔ آپا نصیرہ کو مشکل سے آٹھ برس ہوئے ہوں گے ان کو بھی ایک ایسے ہی گھر جانا پڑا۔ جہاں ایک بچہ ساجد موجود تھا۔ تین برس کا بچہ سمجھتا بھی نہ ہوگا کہ موت اور شادی ہے کیا بلا!

باپ بچے کا عاشق زار تھا۔ چار سو روپیہ کی تنخواہ۔ ہزار بارہ سو کا کرایہ روپیہ کی کیا کمی تھی۔ ذرا بچہ کا پنڈا چھپکا ہوا تو اس نے جھٹ سے چار بکرے کر دیئے۔ میری آنکھوں کی بات ہے کہ ماں کے مرنے کوئی دو مہینے پہلے توتلی چچی آئیں۔ بچہ کو گود میں اٹھا لیا اور اس کی ماں ذاکرہ بیگم کو ہزاروں دعائیں دیں۔ بیچاری غریب آدمی تھیں۔ کنبہ ہی سے کچھ سلوک ہو جاتا۔ اس میں گذر کرتیں۔ ذاکرہ نے بچہ کو اٹھنی دی کہ جا کر توتلی چچی کو دیدو۔ بچہ لیکر گیا چچی نے کہا چندا مجھے ضرورت زیادہ ہے روپیہ دے۔ بچہ اٹھنی پھیر لایا اور ماں سے کہا کہ روپیہ دو۔ ذاکرہ کہنے ہی کی بیگم نہ تھی۔ سچ مچ کی بیگم تھی۔ ایک روپیہ کیا سو روپیہ بچہ پر سے قربان کرنے اس کو مشکل نہ تھے۔ دل کی بھی ایسی تھی کہ روپیہ کی جگہ ہمیشہ دس اٹھائے۔ مگر وقت کی بات ہے کہ اس وقت اڑ گئی۔ اور کہا نہیں بس اٹھنی دیدے۔ بچہ بھی آخر کس ماں کا تھا۔ لاڈلہ بچہ۔ امیر کا بچہ لگا ایڑیاں رگڑنے اور پٹخنیاں کھانے کہ ہائے روپیہ لونگا۔ ذاکرہ نے بھی قسم کھالی کہ دیکھوں تو سہی تو ہے کس کا بچہ روپیہ لے تو لے۔ اتنے میں باپ کچہری سے آ گیا۔ کپڑے بھی تو نہ اتارے اسی لنتھڑے بیٹھے بچہ کو گود میں اٹھا لیا۔ اور تھپکا کر کہا۔ میرا چاند ایک روپیہ کیا مجھ سے لے۔ دو دوں۔ چار دوں۔ دس دوں۔ ذاکرہ بھی ضدن تھی۔ قسم کھا کر کہا کہ اگر تم نے اس کو روپیہ دیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ ہم سب بیٹھے ہنس رہے تھے۔ کہ بچہ کی ضد۔ ماں کی قسم۔ فیصلہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ بہتیرا ہی ڈپٹی صاحب نے اس کو پیار کیا۔ مگر

KHILAFAT LIBRARY

وہ کیا قابو میں آنیوالا تہا۔ میاں نے بیوی سے کہا تم نے سچ سچ روپیہ کی قسم کھائی ہے؟۔

بیوی :"ہاں میں نے قسم کہائی ہے۔ اس وقت تو نہیں دوں گی۔ پھر جاہے رو دیدینا"

ڈپٹی صاحب نے ماما سے کہا میرا صندوقچہ لا"

بیوی:- "اچھا تم روپیہ دیکر دیکھہ لو۔ خدا کی قسم جو میں اس کو اپنے ساتھ سلاؤں۔ میری قسم کوئی چیز ہی نہ ہوئی"

میاں "تم دیکہو تو سہی تمہاری قسم ٹوٹے جب ہی خفا ہونا"

بیوی:"ہاں اچھی بات ہے"

ڈپٹی صاحب نے صندوقچہ کہولا۔ اشرفیوں کی تہ بچھی ہوئی تہی۔ بچے سے کہا۔ لو ایک بیچاکر دیدو بچے نے اشرفی اٹھائی اور جاکر دیدی۔ بچی نے ہزاروں دعائیں دیں۔ ادہر باپ ہنسا ادہر ماں کو بہی ہنسی آگئی۔ تو بیوی ایسا اللہ آمین کا بچہ۔ جب ماں مرگئی ہے۔ تو ڈپٹی صاحب نے ان کی سگی سالی نصیرہ بیگم سے نکاح کیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ یہ حقیقی خالہ ہے۔ اس سے اچھی پرورش بھلے بچے کی کون کرے گا۔ میکا ہی نصیرہ کا کچہ ایسا کھاتا پیتا نہ تہا۔ باپ تو تہے ہی نہیں۔ ایک ماں موجود تھی۔ یا دو چھوٹے چھوٹے بھائی۔ مگر خدا اس بیچی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ جب تک جی ایسا میکا کا بھرتا پھرا کہ واہ وا۔ اسی نصیرہ کو کنوارپنے میں اتنا دیا ہے کہ باپ بہی ہوتا تو ایسا عیش نہ کرواتا۔ کھلنے میں کھانا کپڑے میں کپڑا چیز میں چیز۔ بسنت میں بسنت اس مرنیوالی کے حلق سے بغیر اس بہن کے کوئی چیز ہی نہ اترتی۔ ہم تو دونوں وقت یہی دیکہتے تھے۔ کہ بھرے ہوئے خوان چلے آرہے تھے۔ الغاروں کپڑا۔ سنوں اناج۔ سیروں گھی۔ ریشمی تھان۔ ثابت ثابت چکن کے دوپٹے۔ گوٹے کے کورے ٹھپے اور مصالحہ جو ہے وہ بہن کو۔ ذاکرہ کی زندگی تک تو بی نصیرہ کا یہ حال رہا کہ بھانجے کی پروا نہ تھیں۔ ایک دن وہ نہ آتا تو دیوانوں کیطرح پھرتیں۔ مگر نکاح کا ہونا تھا کہ بھانجا زہر معلوم ہونے لگا۔ اور اپنے ہاں تو بچہ کیا ہونا تھا۔ کہ ظالم اس بدنصیب کی جانی دشمن ہوگئیں۔ لاکہ باپ فریفتہ تھا۔ مگر ہر وقت کا لگانا اور اکسانا ایسی نفرت ہوئی کہ بات بھی نہ پوچھتا۔ ہر

وقت اس کا بچہ ماجد تھا اور بس جہینوں آنکہ اٹھا کر بھی ساجد کو نہ دیکہتا۔ سچ یہ ہے کہ یہ کانٹا شروع ہی سے نصیرہ کے دلمیں کھٹک رہا تہا۔ اور اسی فکر میں تھی کہ کسی طرح اس کا خاتمہ کردوں۔ مگر موت تو نہ ڈپٹی صاحب کے ہاتھ میں تہی نہ نصیرہ کے۔ ہاں اتنا اس نے کردیا کہ اگر کبھی ساجد نظر ہی آجاتا۔ تو باپ کی آنکھوں میں اسے دیکھ کر خون اتر آتا۔ بن باپ کے بچوں کی ظالم سوتیلی ماؤں کے ہاتھوں جو گت بنتی ہے وہ ظاہر ہے۔ مگر ساجد بدنصیب کا ہڈرا تو خالہ کی بدولت ایسا ہوا کہ خدا دشمن کے بچوں کا بھی ایسا نہ کرے۔

ماجد کے پھٹے پرانے کپڑے ٹوٹی گھٹائی جوتی میلی کچیلی ٹوپی بچا بچایا کھانا اس غریب کو ملتا۔ اور دن بھر اس کے پیچھے غلاموں کی طرح چھوٹے میاں چھوٹے میاں کہتا پھرتا۔ اتنی مجال نہ تہی کہ نصیرہ کو خالہ کہہ سکتا بیگم صاحبہ کہکر پکارتا۔ اور وہ سنگدل خوش ہوتی۔ ماجد کے نواری کھٹولے تین تین موجود تھے۔ مگر وہ مصیبت زدہ ایک جھلنگے پر پڑتا۔ اور رات ٹہر کر دیتا ماجد کے بعد سوتا اور پہلے اٹھتا۔ اگر اسکی آنکہ نہ کھلتی۔ تو جاڑے کے دنوں میں شقی القلب خالہ ٹھنڈے پانی کا کٹورا اوپر سے ڈال دیتی۔ عیدیں اور بقرعیدیں آئیں اور جاتیں۔ شادیاں اور بیاہ رچتے اور گذرتے لیکن بن ماں کے بچہ کو کوئی دو پیسہ کی ٹوپی لاکر دینے والا بھی نہ تہا۔ سینکڑوں روپیہ کا سودا گھر میں آتا۔ مگر خالہ کے ڈر کے مارے وہ آنکھ اٹھاکر بھی نہ دیکھتا میاں بیوی اور ماجد اندر کے دالان میں بیٹھتے۔ اور ساجد باہر بیٹھا اپنی تقدیر کو روتا۔ خدا ایسے باپ کو دوزخ میں بھی چین نہ دے۔ چھ برس کا بچہ سالن کی دیگچی باورچی خانہ سے لاتا اور وہ دیکھتا۔ ماجد بیگناہ بے قصور اس کے تھپڑ لگاتا۔ بیدبازتا۔ اور باپ ہنستا۔ نصیرہ میاں کے سامنے محض اتنی سی بات پر کہ اس نے تو نا کہہ دیا میں دیر کی چٹکیاں لیتی طمانچے مارتی۔ اور اس کو خیال نہ ہوتا۔ دو سال کے قریب ساجد کی زندگی اسی طرح گذری اور ماجد کی ختنوں کی شادی ٹھہری۔ تیاریاں دھوم دھام سے ہوئیں۔ ڈھائی ہزار روپیہ کا کپڑا آیا۔ مگر ساجد بدنصیب کی تقدیر میں ایک پیسہ کا نہ تھا۔ اس کو اتنا بھی حکم نہ تہا کہ وہ کپڑا دیکھنے

وقت وہاں کھڑا ہو جاتا۔ مگر بچہ تھا وہاں جا کھڑا ہوا ماجد کے کپڑے دیکھ دیکھ کر ماں اور باپ باغ باغ ہو رہے تھے۔ اور ساجد بھی ٹکٹکی باندہے دیکھ رہا تہا دو دفعہ نصیرہ نے اس کو گھورا کہ وہ چلا جائے۔ مگر کم بخت نہ سمجھ سکا۔ نصیرہ کو ناگوار تو بہت ہوا۔ مگر اپنے ہاتھ سے سزا دینی مناسب نہ سمجھی اور اس تاک میں رہی کہ باپ سے پٹواؤں۔ عین چھٹی کے روز جب تمام گھر میں جھاڑ فانوس لگے ہوئے تھے۔ ماجد نے کسی بات پر ماں سے بگڑکر جھاڑ میں لکڑی ماردی۔ شیشہ کا جھاڑ چیز ہی کیا تھی چھن سے ٹوٹ گیا۔ ماں اسے ہے کہہ کر اٹھی مگر وہ ہنستا ہوا بھاگ گیا۔ گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ڈپٹی صاحب نے آکر دیکہا۔ جھاڑ ٹوٹا پڑا ہوا ہے۔ ڈیڑھ سو روپیہ کا جھاڑ کچھ کم نہ تہا بہت رنجیدہ ہوئے۔ بیوی سے پوچھا اس پر کیا مصیبت آئی

نصیرہ:"کیا بتاؤں مجھ ہی سے ٹوٹا ہے۔

میاں "آخر بتاؤ تو سہی۔ بتانے میں کیا ہرج ہے تم کیا بچہ ہو جو تم سے ٹوٹ گیا"

نصیرہ "میرے سر کی قسم کھاؤ کہ کچھ نہ کہو گے"

میاں "اچھا تم بتاؤ تو سہی"

نصیرہ۔ کیا بتاؤں۔ میں تو اسی واسطے تم سے کبھی کچھ کہتی نہیں کہ میرا نام بدنام نہ ہو۔ پہلے ہی لوگ سب مجھے گنہگار کہتے ہیں۔ ساجد نے لکڑی ماری۔ مارتا مجھکو تھا۔ اللہ کی قسم مجھے تو خبر بھی نہیں کہ روٹی کا دسترخوان کہاں رکھا ہے۔ وہ میرے تو جیرا چلتی ہوئی لگی۔ تقدیر کا خون بہنا تھا بچ گیا۔ مگر جھاڑ کی قضا آئی تھی۔ وہ ٹوٹ گیا۔ جھاڑ تو خیر ٹوٹا ہی تھا ساجد کی یہ ہمت کہ چھیتی بیوی پر لکڑی اٹھائے مارے اور خون بہائے غصے میں دیوانے ہو گئے۔ ڈپٹی صاحب اٹھے تو مکار خالہ نے ہزاروں قسمیں اپنے سر کی دیں۔ جانتی تھی کہ داؤ پورا ہو گیا۔ اب کیا کسر رہی وہی ہوا۔ اٹھے انگنائی میں ساجد بیخبر بیٹھا اپنے پھٹے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ بیدردی سے بازو پکڑ کر لائے۔ مارا جتنا مار سکتے تھے۔ اور شہر سے باہر لاکر چھوڑ گئے رات بدنصیب بچہ کو آغوش میں لینے کے لئے اس کے سر پر آئی۔ تارے اس کی بدنصیبی پر روئے چاند نے اس کی حالت پر آنسو گرائے۔ ہوا نے شفقت

KHILAFAT LIBRARY

بھرے منہ سے اس کا منہ چوما۔ اور چاندنی بن ماں کے بچہ پر محبت کا ہاتھ پھیرتی رہی۔ ساجد مصیبت کا مارا چاروں طرف دیکھتا تھا مگر آدمی کی آواز نہ سانس کی۔ معصوم روح کانپی اور ننھا سا دل لرزا۔ آگے بڑھا اور ٹھوکر کھا کر جس طرف جاتا تھا بے کسی اس کے ساتھ تھی۔ ننھا سا دل ڈر کے مارے کانپ رہا تھا۔ قدرت کی تمام کائنات سنگدل انسان اور جفا کار نصیرہ پر ملامت کرتی ہوئی خاموش ہو گئی۔ چاند چھپ گیا۔ تارے ماند ہو گئے اور ہوا ساکت رہ گئی۔ آسمان نے کروٹ بدلی بادل معصوم کی بیگناہی پر رونے لگے۔ اور آدھی رات کے سنسان وقت میں جب زور و شور کی بارش ہو رہی تھی۔ اور بن ماں کا چھ برس کا معصوم بچہ جنگل بیابان میں تن تنہا بیٹھا ڈر کے مارے کانپ رہا تھا اور ایک سانپ نے اس کی زندگی کا خاتمہ کیا۔

یہ وہ وقت تھا جب نصیرہ بیگم کا گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھر رہا تھا۔ میراثنیں لہک لہک کر گا رہی تھیں۔ نصیرہ دن بھر کی تھکی ہاری دو دن کی جاگی اس خیال سے کہ ذرا کمر سیدھی کروں۔ اپنے پلنگ پر جا لیٹی۔ لیٹتے ہی سامنے کی دیوار پر ایک روشنی دیکھی اور اس روشنی میں ایک انسانی صورت۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور پوچھا کون!

تصویر۔ میں تیری حقیقی بہن ذاکرہ بدنصیب کی روح اور مظلوم و معصوم ساجد کی ماں! تجھ کو یہ عیش کی گھڑیاں مبارک۔ تیرے لال کے سہرے بندھیں۔ تیرا سہاگ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے۔ تو دودھوں نہائے پوتوں پھلے مگر نصیرہ میری محبت اور خدمت اسکی مستحق نہ تھی جو تو نے میرے لال کیساتھ کیا۔ تو بیگم ہے۔ اس گھر کی مالک ہے۔ مجھے تجھے کچھ کہنے کا حق نہیں۔ میں اپنی زندگی پوری اور اپنی دنیا سطے کر چکی۔ میرا نمونہ تیرے سامنے ہے۔ میں ہمیشہ مظلوموں سے ڈری۔ معصوموں سے جھکی۔ یتیموں سے ملی۔ رانڈوں سے جلی۔ غرض میری زندگی کا مقصد صرف بندگان خدا کی خدمت اور حاجتمند کی اعانت رہا۔ پھر بھی میں سدا خوف خدا سے کانپتی اور موت سے لرزی۔ میرے پاس مغفرت کا کوئی سامان نہ تھا۔ دوزخ کے شرارے اور آگ کی لپٹیں مجھے بھسلنے کو تیار ہیں۔ قبر اپنا ہولناک منہ کھولے مجھے نگلنے کو موجود تھی۔ تم سب عزیزوں نے مجھکو نہلا دھلا کر گھر سے رخصت کیا۔ اور میری تمام محبت ختم کر دی۔ مردوں نے مجھے سپرد زمین کیا اور اپنا منہ موڑا۔ بڑا خطرناک وقت تھا۔ میں تھی اور عمر گذشتہ کے ہر فعل کی جوابدہی۔ ہر عمل کی بازپرس۔ ہر کام کی ذمہ داری۔ ہر قول کی جانچ پڑتال۔ نمازیں جو دکھاوے کی تھیں اکارت گئیں۔ روزے زبردستی کے تھے بیکار نکلے۔ ہاں اس اڑے وقت میں جب کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ کچھ یتیم لڑکے کچھ معصوم بچے تھوڑی سی رانڈیں چند مظلوم بعض محتاج جن کو دنیا حقارت سے دیکھتی اور نفرت سے رکھتی ہے۔ میری مدد کو دوڑے۔ یہ پاک روحیں عالم بالا میں راج کر رہی تھیں ملک عدم میں ان کا سکہ چل رہا تھا۔ اور اس جہان کی بادشاہی ان کے قبضہ میں تھی۔ یہاں یہ میرے دست نگر تھے وہاں میں انکی محتاج۔ قادر ذوالجلال کی پاک ذات ان میں شامل تھی۔ انہوں نے میرے سلوک کا معاوضہ اور رحم کا بدلہ دیا۔ دوزخ ان کے اثر سے خاک اور شعلے ان کے اشاروں سے ٹھنڈے ہوئے۔ قبر میرے واسطے گلزار بنی۔ میری گنہگار روح جنت الفردوس میں جا پہونچی۔ آج مجھے حکم ہوا تھا کہ میں اس نابکار دنیا کی کیفیت دیکھوں۔ اور اپنے پیارے ساجد کی روح کے استقبال کو آؤں۔ میں نے جو کیفیت دیکھی بیان نہیں کر سکتی۔ آج تیرے بچہ کی شادی ہے۔ اور تو بیگم بنی بیٹھی ہے۔ لونڈیاں تیری ہوں پر حاضر۔ مامائیں تیرے اشارے پر موجود۔ شوہر تیرے اشارے پر تیار رہے۔ لیکن بے وقوف بیگم خدا کی ایک مخلوقات۔ ایک بھولا بھالا بچہ بن ماں کا لال بے وارث معصوم۔ اور تجھ جیسی با اختیار عورت کا مظلوم۔ تیرے جلتر سے باپ کے ہاتھوں جنگل بیابان میں دم توڑ چکا۔ کیوں بیگم حقیقی باپ اور اس کی خالہ یوں عیش کرے۔ اور ساجد آدھی رات کے سنسان وقت میں اس قیامت خیز بارش میں اکیلا پڑا ہوا دنیا کو الوداع کہے۔ تیرا بچہ اکیلا دالان سے باہر نہ نکلے۔ اور میرا بچہ تیرے ہاتھوں زندگی کی آخری رات اس طرح بسر کرے۔ تیرے دولہا کے واسطے سینکڑوں آدمی موجود ہوں۔ اور ساجد کے مردے پر کوئی دو آنسو گرانے والا بھی نہ ہو۔ دیکھ یہ میرے ہاتھ میں تیرا اعمالنامہ ہے۔ جہاں ظلم کے سوا ایک بھی نیکی نہیں۔ ادھر دیکھ یہ موت تیرے واسطے منہ چیرے کھڑی ہے۔ نصیرہ بیگم جو ہونا تھا ہو گیا۔ ساجد کی روح جنت میں پہونچی۔ اب تیرا اس کا فیصلہ حاکم حقیقی کے سپرد ہے۔

اور وہ وقت دور نہیں ہے۔ جب دنیا تجھ جیسی ناشاد و نامراد ظالم مکار عورت کو اپنے سے جدا کردے اور تو اس کا نتیجہ بھگتے۔ دیکھ یہ کیا ہے؟

نصیرہ بہن کی اس تقریر سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ گھگی بندھ گئی تھی۔ آواز نکلتی نہ تھی۔ ہاتھ پاؤں جنبش نہ کرتے تھے۔ البتہ آنکھیں اپنا کام کر رہی تھیں۔ اب جو بہن کے کہنے سے نصیرہ ادھر دیکھتی ہے۔ تو ایک خطرناک دیو جس کی پیشانی پر موت لکھا ہوا تھا۔ منہ کھولے کھڑا تھا۔ ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی سارا گھر دوڑ پڑا۔ ہوشیار ہوئی تو کچھ نہ تھا۔ نہ وہ روح تھی نہ اس کی تقریر نہ دیو تھا نہ اسکی تصویر۔

بیٹی رابعہ اس واقعہ سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ بن ماں کے بچوں کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز سمجھنا اور یاد رکھنا ان کی آہ عرش کا کنگرہ ہلا دیتی ہے۔

ہمارا اصول = ایک قول۔ پورا تول۔ اور ایک جنس۔

آپ کے احمدی بھائی لکھتے ہیں۔

بابو محمد حسین صاحب احمدی ملٹری فنانس ڈیپارٹ شملہ لکھتے ہیں کہ ایک شیشی راحی سرمہ بذریعہ وی پی بھیجدیں۔ جو ککروں کے لئے مفید ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت اصحاب نے درجنوں بکس منگوائے۔

راحی سرمہ

ککرے خارش۔ سرخی آشوب۔ پڑبال۔ دھند جالا ابتدائی موتیا بند کیلئے مفید ہے ڈاکٹروں نے آزما کر سارٹیفکیٹ دیئے ہیں ۱۹۰۸ء سے ہندوستان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ نمونہ ۱/ کا ٹکٹ آنے پر

جناب ایڈیٹر صاحب نور کی رائے
ہم نے خود استعمال کیا ہے آنکھوں کی ہر ایک بیماری کیلئے مفید پایا خصوصاً ککروں کیلئے۔ از اخبار نور یکم دسمبر ۱۹۱۶ء

مفصل حالات رسالہ یتیم رفیق ہمدم۔ تعزیہ روحانی سے معلوم ہو سکتے ہیں جو حوالہ اخبار آنے پر بلا قیمت بھیجی جاتی ہیں

مینیجر راحی سرمہ ڈیرہ اسمٰعیل خان